مسلسل اشاعت کے تینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

507

شوال، ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ

نومبر 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

12.11.07

جلد نمبر۔۔۔۔۔ 43
شمارہ نمبر۔۔۔۔ 02
شوال۔۔۔۔ ۱۴۲۸ھ
نومبر۔۔۔۔ ۲۰۰۷ء

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ایمرجنسی کی آڑ میں مارشل لاء کا نفاذ' ملک وملت کے مقدر پر ایک بار پھر شب خون	راشد الحق سمیع حقانی	۲
تربیت اولاد اور اسوہ رسول اکرم ﷺ	مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ	۵
پاکستان صیہونیت کے شکنجہ میں	مولانا عیسیٰ منصوری	۱۲
فقہ اسلامی کے ماخذ اور ان کے قرآنی دلائل	پروفیسر محمد یونس میو	۱۷
عالمی حالات میں دینی مدارس کا کردار	جناب بلال عبدالحئی حسن ندوی	۲۹
اردو زبان وادب کے فروغ میں علمائے دیوبند کا کردار	جناب عبدالرحمٰن پٹنوی	۳۱
حضرت میاں صاحب' بانی دارالعلوم حمایت الاسلام غلجی	مولانا میاں بادشاہ گل جان	۴۴
مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان	حافظ محمد عرفان الحق	۴۶
سب سے یقینی حقیقت کی طرف سے غفلت	جناب شمس الحق ندوی	۵۴
افکار وتاثرات (اساتذہ پر ایم ایم حکومت کے مظالم)	ادارہ	۵۸
دارالعلوم کے شب وروز	جناب شفیق الدین فاروقی	۶۰
تبصرہ کتب	ادارہ	۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

کمپوزنگ: بابر حنیف

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

ایمرجنسی کی آڑ میں مارشل لاء کا نفاذ
ملک وملت کے مقدر پر ایک بار پھر شب خون

بدقسمت مملکت پاکستان پر ایک بار پھر حکمرانوں نے ایمرجنسی پلس کی صورت میں ۳رنومبر کو دوسری مرتبہ شب خون مارا اور ایک بار پھر مملکت پاکستان کی جگ ہنسائی کا سامان فراہم کیا اور عدل وانصاف کے حصول کے لئے پہلی مرتبہ حقیقی معنوں میں کھلنے والا سپریم کورٹ آف پاکستان کا دروازہ پوری طرح کھلنے سے پہلے ہی بند کر دیا گیا۔ آئین ودستور جو پہلے ہی سے حکمرانوں کے ہاتھوں معذور ومحکوم ہو چلا تھا اسے ایک بار پھر ''شاہراہ دستور'' کے بیچوں بیچ بیدردی کے ساتھ ذبح کر دیا گیا اور منصف مزاج نڈر ججوں پر حشر بپا کر دیا گیا۔ کیونکہ نازک مزاج آمروں کے طرز حکمرانی کے لئے یہ ایک بڑی رکاوٹ تھے۔ کروڑوں پاکستانی اپنے بچے کھچے ''حقوق'' سے بھی ایک بار پھر محروم کر دیئے گئے۔ آٹھ سال سے چھائی اندھیری رات کی تاریکیاں اس ماورائے آئین اقدام سے اور بڑھ گئی ہیں اور پاکستانی قوم کے مقدر کے ٹمٹماتے ستارے بظاہر اوجھل ہوگئے ہیں اور لولی لنگڑی جمہوریت کا محمل افراتفری انارکی اور بے چینی کے گردوغبار کے باعث غائب ہو گیا ہے اور پاکستانی قوم کا کاروان وادیٔ مارشل لاء کی وسعتوں میں مزید دھکے کھانے کے لئے نامعلوم مزید کتنا عرصہ دربدر پھرے گا۔

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے تیرا پتہ نہ پائیں تو لاچار کیا کریں

الغرض حکمرانوں کے دماغوں پر چھائے ہوئے اندھیرے نے ہر چیز، ہر نفس اور ہر امید پر اپنے منحوس سائے دراز کر دیئے ہیں۔ ناامیدی اور حکمرانوں کے مظالم نے ایسی زہریلی فضاء بنائی ہے کہ مملکت پاکستان میں سانس لینا دوبھر ہو گیا ہے، الغرض ع وہ حبس ہے کہ لُو کی دعا مانگتے ہیں لوگ

خیبر سے کراچی تک پاکستان کا رواں رواں بم دھماکوں سے لرز رہا ہے۔ وزیرستان اور سوات کے عوام پر خطرناک بمباری کا سلسلہ جاری ہے۔ دونوں جانب لاشوں کے پشتے اٹھ رہے ہیں۔ خانہ جنگی اور خانماں بربادی کے پیوندوں نے پاکستان کی سالمیت کا بچا کھچا لباس مزید بدنما کر دیا ہے۔ حکمرانوں نے امریکہ اور اغیار کو خوش کرنے کیلئے جو آگ اپنے گھر کے آنگن میں جلائی تھی اب یہ پھیلتے پھیلتے ملک کی گلی گلی، کوچوں کوچوں اور نگر نگر تک پھیل گئی ہے، اور اب اس کے راستے میں جو چیز بھی سامنے آرہی ہے اس آتش فشاں کا خطرناک لاوا ہر شے کو بھسم کر رہا ہے، کراچی کے

بم دھماکے، راولپنڈی اور سرگودھا اور تربیلا کے واقعات اس کی معمولی جھلک ہیں۔ ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے پاکستان کے مخدوش اور بگڑتے حالات میں ایمرجنسی کا نفاذ کر کے اور آئین کو معطل کر کے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔(اگرچہ سپریم کورٹ کے فُل بینچ نے اسی دن پی سی او کو مسترد کیا اور انہوں نے اپنے فیصلہ میں واضح اور شفاف لفظوں میں بتادیا کہ پرویز مشرف کا یہ اقدام غیر آئینی اور غیر اخلاقی ہے۔) ہماری دانست میں حالات اس سے کنٹرول نہیں ہوں گے بلکہ مزید بگاڑ کی سمت میں جائیں گے۔خودکش دھماکوں کا سلسلہ جو وزیرستان، لال مسجد اور باجوڑ پر حکومتی مظالم کا شدید ردعمل ہے اب اس اقدام کے بعد خطرہ ہے کہ وہ قوتیں پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیں گی۔

حکمرانوں نے ایمرجنسی کے جواز کیلئے ان قوتوں کو ایک بار پھر اپنا ہدف اور نشانہ بنانے اور کچلنے کی بات کی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس دوطرفہ جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ بدقسمتی سے یہ سب کچھ امریکہ کی ایماء اور اس کی منشاء کیلئے کیا جارہا ہے۔ صلیبی دہشت گردی میں آخر بے گناہ پاکستانیوں اور پاکستانی افواج اور پولیس کو کیوں جھلسایا جارہا ہے؟ آخر عالمی اتحاد کا ساتھ دینے کا پاکستان کو کیا فائدہ ہوا؟ اگر کچھ ڈالرز ملے بھی تو وہ حکمرانوں کے خزانوں میں پہنچے۔ پاکستانی قوم کے ماتھے پر تو کرائے کے قاتلوں کا دھبہ ہی سجا۔ ہم نے اس جنگ میں اب تک ہر چیز ہاری ہے۔ پرویز مشرف اگر سو سال بھی امریکہ کو خوش کرنے کے لئے اقدامات کرتا رہے لیکن امریکہ جہنم کی آگ کی طرح ھل من مزید پکارتا رہے گا۔

موجودہ ایمرجنسی بھی امریکی ایماء پر پاکستان میں لگائی گئی ہے کیونکہ چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار چودھری نے لال مسجد کو دوبارہ کھولنے کا نہ صرف آرڈر دیا بلکہ جامعہ حفصہ کو بھی دوبارہ بنانے کے احکامات صادر کئے۔ اسکے علاوہ مجاہدین اور دیگر نیک، صالح افسران کو پاکستان کی ظالم ایجنسیوں کے چنگل سے دوبارہ رہا کروایا اور ابھی سپریم کورٹ سے کئی لاپتہ افراد کو چند روز میں رہا کرانے کے احکامات جاری ہونے والے تھے۔ اسلئے امریکہ کو پرویز مشرف سے زیادہ جناب چودھری افتخار کے اسلام پسند اقدامات پر گھبراہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ اسی باعث امریکہ کی مکمل آشیرباد سے پاکستان کی عدلیہ اور اس کی عوام اور میڈیا پر ایک بار پھر شب خون مارا گیا۔ اس سے یہ امر ایک بار پھر واضح ہوگیا ہے کہ امریکہ اور مغرب کو جمہوریت اور انسانی حقوق سے کوئی سروکار نہیں بلکہ انہیں صرف اور صرف اپنے مفادات عزیز ہیں۔

اسی طرح پرویز مشرف نے بھی صرف اور صرف اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور جھوٹی اَنا کی تسکین اور اقتدار بچانے کیلئے آئین پاکستان کو دوبارہ نہ صرف معطل کیا بلکہ اسے بازیچہ اطفال بنادیا گیا اور چیف جسٹس کو عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی پاداش میں معطلی کی سزا دی۔ ان واقعات کے بعد ''روشن خیالی'' کی دعویدار حکومت کا کیا ''خوبصورت'' تاریک انداز سامنے آیا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں ہمیشہ حکمرانوں اور آمروں نے ایسے اقدامات کو جمہوریت اور قومی مفادات کے حصول کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ پاکستانی قوم پر ایک بار پھر بڑی ذمہ داریاں آن پڑی ہیں۔ اب پوری قوم کو ان ظالم حکمرانوں کے خلاف کمربستہ ہوجانا چاہیے۔ بس اب بہت ہوچکا جرنیلوں نے قوم کو جتنا یرغمال بنانا تھا بنالیا، اب

قوم کو خواب غفلت اور مایوسی کی چادر کو پھاڑ کر جدو جہد اور انقلاب کی طرف اٹھنا چاہیے۔ ایک بار پھر دار ورسن قربانی مانگ رہے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کا کردار تو سب کے سامنے ننگا ہو چکا ہے۔ بے نظیر مشرف کی ڈیل سب کے سامنے ہے۔ امریکہ کی ایماء پر آگ اور پانی کو دینی جماعتوں اور دینی مدارس کے خلاف یکجا کیا گیا ہے۔ بے نظیر جس کی رگ رگ میں اسلام دشمنی بھری ہوئی ہے اس نے امریکہ اور مغرب کو یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اقتدار میں آتے ہی ان قوتوں کے خلاف مشرف سے زیادہ سخت اقدامات کرے گی۔ اسی سلسلے میں آئے دن اخبارات اور میڈیا میں اس کی بکواسات اور مغلظات سننے کو ملتی ہیں۔ گو کہ مشرف نے اپنی فطرت کے مطابق اس کے ساتھ بھی وفاداری نبھائی نہیں۔ اور یوں لگتا ہے کہ ان کی سانجھے کی ہانڈی بیچ چوراہے میں ٹوٹ گئی ہے جو کہ ایک خوش آئند امر ہے۔ ایم ایم اے کا شرمناک کردار اور استعفوں کے معاملہ پر ٹال مٹول اور مشرف کے صدارتی الیکشن کیلئے سرحد اسمبلی کی تاریخ بڑھانے کے ڈرامہ نے تو سیاسی پنڈتوں کے چہرے سے سارے نقاب اتار پھینکے ہیں۔ صدارتی الیکشن میں ایم ایم اے نے جس طرح پرویز مشرف کی فاشسٹ حکومت کو جس طرح کھلم کھلا سپورٹ کیا وہ ایل ایف او کے جرم سے بھی بڑھ کر گھناؤنا جرم ہے' اگرچہ اس سارے فساد کی بنیاد یہی رسوائے زمانہ سترھویں ترمیم ہے جس پر دستخط کر کے ایم ایم اے کی دو جماعتوں نے پورے پاکستان اور اس کی اسلامی و جمہوری تشخص کو ایک آمر اور وہ بھی لبرل اور سیکولر اور اس سے بڑھ کر امریکہ اور مغربی طاقتوں کے ایک غلام کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اب یہ سب کچھ قیامت تک ایم ایم اے کے اعمال نامہ سیاست میں لکھا جائے گا۔ اور اسکا ثمن نجس ڈیڑھ صوبوں کی حکومت اور پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کی قیادت وغیرہ وغیرہ کی شکل میں وصول کیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

ع قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند ...... مگر آج اس بازار میں متاع دین بھی شامل کر دیا گیا اور اب اس مصرع میں قومے کے ساتھ ''دینے'' بھی فٹ ہو رہا ہے۔ کہ ع دینے فروختند و چہ ارزاں فروختند

اور پھر کوچہ اقتدار سے محرومی اور نکلنے کے موقع پر دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کی جو جگ ہنسائی' رسوائی اور بے آبروہونے کا سامان فراہم کیا اس پر بھی ماسوائے خونِ دل کے آنسو بہانے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ الغرض سیاسی اور مذہبی جماعتیں پاکستانی قوم کو اس بھنور سے نکالنے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ جو کچھ کرنا ہے پاکستانی قوم کو اپنے زور بازو پر انحصار کر کے کرنا ہے۔ خصوصاً پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو زیادہ قربانی اور ذمہ داری کا ثبوت دینا ہوگا۔ کیونکہ آمریت کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنا انہی کا منصب اور کام ہے۔ تب ہی قوم پر آزادی کا سورج طلوع ہو سکتا ہے ورنہ اگر یہی سیاسی جماعتیں ان کی ''نجات دہندہ'' ٹھہریں اور یہی ''رہنما'' ''خضرِ راہ'' بنے رہے تو صبح قیامت کو بھی انہیں موجودہ فاشسٹ مشرف ٹولہ سے شاید ہی آزادی ملے ؟

پھول بے پروا ہے تو گرم نوا ہو یا نہ ہو کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تربیت اولاد اور اسوہ رسول اکرم ﷺ

اچھے نام رکھنا، تعلیم و تربیت، عقیقہ اور ختنہ کے فضائل، مسائل اور فلسفہ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس و الحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔

ترجمہ: اے مؤمنو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر مضبوط دل والے فرشتے مقرر ہیں۔ جن کو اللہ جو حکم فرماتے ہیں اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں

اچھا ادب اولاد کیلئے بڑا عطیہ:

وعن ایوب بن موسیٰ عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ قال مانحل والد ولدہ من نحل افضل من ادب حسن (رواہ الترمذی والبیہقی)

ترجمہ: حضرت ایوبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (ابن سعیدؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے بہتر کوئی عطیہ نہیں ہے۔

ذکر کردہ آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ کے ضمن میں گزشتہ جمعہ سے اولاد کے والدین پر جو حقوق شریعت مطہرہ نے لازم کئے' کا ذکر ہورہا ہے۔ آخری بات یہ ہورہی تھی والدین کو اپنے پیدا ہونے والے بچوں پر ایسے نام رکھنے چاہئیں جو اللہ اور اسکے پیغمبرؐ کے بتلائے ہوئے محبوب نام ہوں۔ جو ایسے معانی پر دلالت کریں' جس میں اسلام' ایمان' سلامتی طبع اور بہترین تہذیب واخلاق کی جھلک موجود ہو' ایسے نام نہ ہوں جن کے مفہوم فحاشی' بداخلاقی' سنگ دلی اور بے دینی وغیرہ پر دلالت کررہے ہوں۔ اسلام جو انسان کو اس کے نفس کو غرور و تکبر' ریاء نام و نمود اپنی ستائش و تعریف اور خودنمائی سے محفوظ رکھنے کی جس شدت سے قرآن وحدیث میں بار بار تلقین فرمایا ہے اس کی مثال دنیا کے اور مذاہب

میں کہیں نہیں ملتی۔

نام رکھنے میں حزم واحتیاط:

یہاں تک کہ معلم اعظم ﷺ نے ایسے نام رکھنے سے منع فرمایا جس میں اپنی تعریف کا پہلو نمایاں ہو ارشاد گرامی ہے:

وعن زینب بنت ابی سلمه قالت سمیت بره فقال رسول الله لاتزکوا انفسکم الله اعلم باهل البر منکم سَمّوها زینب (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ میرا نام برّہ (نیکوکار) رکھا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے نفس کی تعریف نہ کرو تم میں جو شخص نیکوکار ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے۔''

گویا ایسا نام رکھنے سے بھی منع فرمایا جس کے معنی سے انسان کے اپنے ذات کی تعریف ظاہر ہو کیونکہ گزشتہ جمعہ میں نے آپ کو عرض کیا تھا کہ نام کا اپنے مسمّی میں تاثیر اکثر وبیشتر پائی جاتی ہے۔ ایسے نام رکھنے سے نفس میں بڑائی اور تکبر کے اثرات پیدا ہونے کے خطرات زیادہ موجود ہیں۔ باری تعالیٰ جس فرد میں عجز وانکساری اور تواضع ہو اسے اپنا محبوب گردانتا ہے اور جہاں غرور وتکبر آئے اللہ اسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

حضرت آدم وابلیس کا تقابل:

سورۃ بقرہ میں آپ حضرات حضرت آدمؑ اور ابلیس لعین کا واقعہ سنتے رہتے ہیں حضرت آدمؑ نے عجز وانکساری کا اظہار کیا تو ابوالبشر اور کن کن القاب واعزازات سے نوازے گئے' ابلیس نے تکبر وغرور اور بڑائی کے دعوے کئے تو دربار الٰہی تعالیٰ اور اسکے رحمت جاودانی سے قیامت تک ذلت وخواری سے نکالے گئے' ناموں کے سلسلہ میں ہمارے ہاں اپنے عقل وتصور کے مطابق بے حد افراط وتفریط سے کام لیا جا رہا ہے اگر بعض لوگ رعب ودبدبہ کے اظہار کیلئے اپنے بچوں پر قارون وہامان اور فرعون ونمرود جیسے ظالموں کے ناموں کو پسند کرتے ہیں

نبی ﷺ نے عاصیہ کا نام جمیلہ رکھ دیا:

تو ایسے سادہ لوح بھی ہیں جو اپنی سادگی' کم فہمی' کم علمی کی وجہ سے ایسے نام بچوں پر رکھتے یا اپنا لقب اختیار کر دیتے ہیں۔ جو اللہ کی نافرمانی اور دینؐ کی مخالفت پر مبنی ہوں۔ بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو اپنے خودساختہ بزرگی کی دھاک لوگوں میں قائم کرنے کیلئے اپنے لئے عجیب وغریب القاب مثلاً عاصی' آثم وغیرہ رکھنا پسند کر لیتے ہیں ایسے ناموں کو بھی آنحضرت ﷺ نے برا قرار دیکر تبدیل کرنے کی ترغیب فرمائی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: وعن ابن عمر ان بنتا کانت لعمر یقال لها عاصیة فسمها رسول الله جمیلة (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیٹی تھی جس کو عاصیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

(عاصیہ کا معنی گناہ گار ہے) چنانچہ حضور ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔ گویا جب نام ہی عاصیہ نافرمان اور گناہ گار رکھ دیا۔ تو انسان کے نام کا اس کی زندگی پر اثر انداز ہونے کی وجہ ایسے نام رکھنے کو بھی سرکار دو عالم نے عاصیہ یعنی نافرمان کے بجائے جمیلہ جس کا مفہوم خوبصورت ہے رکھ دیا۔

نام نہ بگاڑے جائیں:

اسلام میں اچھے نام رکھنے اور برے القاب سے بچنے کی اس قدر اہمیت ہے کہ مالک کائنات نے ارشاد فرمایا: ولا تنا بزوا بالألقاب ۔ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱)

ترجمہ: ایک دوسرے کو برے ناموں اور القاب سے نہ چڑھایا کرو فسق وفجور پر مشتمل نام ایمان لانے کے بعد گناہ ہے" یعنی جس نام کو انسان اپنے لئے مذموم اور برا جانے ایسے نام سے اس کو نہ پکارا جائے۔ آج کے روشن خیال اور فیشن زدہ معاشرہ میں بچے کو بچپن ہی سے از راہ محبت ایسے ایسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جن کا بچے کے نفسیاتی بگاڑ اور معاشرتی بے راہ روی میں بڑا حصہ ہوتا ہے۔ بچہ تو کیا کہ بالغ اور عقل وشعور سے مزین مرد وزن کو بھی اندھا' کانا' لولا' لنگڑا' یہودی' ہندو کافر اور عیسائی کے ناموں سے پکارنا اور یاد کرنا اس بگڑے معاشرہ کا حسین جزو بنادیا گیا ہے' حالانکہ اس قسم کے نام اور القاب اپنے اور دوسرے کے لئے از راہ شریعت ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ ہمارا آقا اور رحمۃ للعالمین ﷺ ہمیں اس بارہ میں کیا تعلیم دے رہے ہیں۔ کبھی ہم نے اس کے جاننے اور مامورات پر عمل اور منہیات سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

بعض محبوب اور ناپسندیدہ نام:

عن ابی وھب الجشمی قال قال رسول اللہ ﷺ تسموا باسمآ الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمان واصدقھا حارث وھمام واقبحھا حرب ومرہ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ "حضرت ابووھب جشمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے نام پر اپنے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں نیز زیادہ صحیح اور حق پر مبنی نام حارث اور ھمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرۃ ہیں۔"

یہاں حدیث شریف میں عبداللہ وعبدالرحمٰن نام رکھنے کی تلقین جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہی دو نام رکھنے جائز اور بہتر ہیں اللہ کے اور اسماء وصفات کا اپنے نام کے ساتھ ذکر جائز نہیں بلکہ یہ دو نام بطور مثال ذکر فرمائے مقصد یہ کہ ہر وہ نام رکھنا باعث برکت ورحمت ہے۔ جس میں اللہ کے کسی صفت کی عبدیت اور بندگی و تابعداری کا اظہار ہو۔ جیسے عبدالخالق' عبدالمالک' عبدالرزاق' عبدالواسع' عبدالرحیم' اور عبدالکریم وغیرہ۔

حارث وہمام اچھے نام، حرب ومرۃ برے نام ہیں:

ذکر کردہ حدیث میں حارث وہمام کو اچھا نام قرار دینے کی وجہ یہ کہ اس نام اور لفظ کے معنی مقصد وارادہ اور کسب وکمائی کے ہیں، اور مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا ظاہر وباطن ہر وقت نیکی پر عمل کرنے اور بدی کو ترک کرنے کے قصد وارادہ سے معمور ومنور ہو اور عبادات کے ادائیگی کے ساتھ ساتھ کسب وکمائی حلال کا طلبگار رہو۔ حرب اور مرہ ناموں کو قبیح فرمانے کے کئی وجوہات میں سے شاید یہ وجہ بھی ہو کہ حرب کے معنی لڑنا، جھگڑنا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ دونوں عمل قابل مدح نہیں ان کو برے عمل سے تعبیر کیا گیا۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس میل جول کرادو اپنے دو بھائیوں میں) یہاں تو دو بھائیوں کے درمیان لڑنے جھگڑنے کا تصور بھی نہیں۔ اسی طرح مرۃ تلخی اور کڑوے کو کہتے ہیں اور طبیعت کی تلخی جس مسلمان میں ہو وہ اسلامی معاشرہ میں بہترین ذکر سے یاد نہیں کیا جاتا۔ یہ والدین پر اولاد کا حق ہے کہ ولادت کے بعد انسان کی شناخت کا جو اہم ذریعہ اس کا نام ہے وہ ایسا رکھ دیں جو قرآن وپیغمبر کے احکامات سے متصادم نہ ہو۔ اسلام نے بیٹے اور بیٹی دونوں کو رحمت خداوندی قرار دے کر بیٹی کو بھی اپنے حکمت کے مطابق وہی سلوک کرنے کا حکم دیا جس کا بیٹا مستحق ہے۔ جس طرح بیٹوں کے نام انبیاؑ وصحابہ کرامؓ کے نام سے رکھنے سے باعث برکت ہوتے ہیں اسی طرح بیٹیوں کے نام ازواج ومطہرات صحابیات کے ناموں سے رکھنے میں بھی بے انتہا برکات ہوتے ہیں، بدقسمتی سے مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے سے وہ مسلمان جو جدید ترقی یافتہ دور کے خرافات کے بھرپور لحات سے استفادہ کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد پر ایسا نام رکھنے سے بھی احتراز نہیں کرتے جسے سن کر یہ فرق بھی محسوس نہیں ہوتا کہ آیا یہ مسلم ہے یا غیر مسلم، مرد ہے یا عورت

تربیت یافتہ اولاد صدقہ جاریہ بنے گی:

محترم حاضرین!! اب آپ خود اندازہ لگائیں اسلامی احکامات وتعلیمات کی باریک بینی بظاہر چھوٹے چھوٹے حکم معلوم ہونے والے مسائل میں مسلم قوم کی صلاح وفساد کے لئے کتنے راز پوشیدہ ہیں۔ مادر پدر آزادی کے دلدادہ اور دین متین کی ہدایات کو معمولی اور ناقابل عمل سمجھنے والے کے سامنے اگر والدین پر اولاد کے اس حق کو کہ اپنے لاڈلے پر ایسا نام رکھا جائے جو لایعنی، بیہودگی، بدفالی پر مشتمل نہ ہو تو جیسے اور مسائل میں ان کا وطیرہ ہے کہ ملا یا مولوی تنگ نظر ہے۔ نام میں کیا رکھا ہے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہونچی۔ مولوی اور واعظ اسی محدود نظریات کے گرد گھوم رہا ہے ۔حالانکہ اس بدبخت وکم علم، وسعت نظر کے متوالے کو اندازہ نہیں کہ اس عالمگیر مذہب کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے میں دنیا وآخرت میں فوز ونجات کے وہ بے شمار راز و فوائد پوشیدہ ہیں جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اور نظریہ نہیں کرسکی۔

انہی ابتدائی مراحل سے بچوں کے سنوارنے اور بگاڑنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہاں سے اولاد کی تربیت کے دور میں شریعت کے بتائے ہوئے اصول واحکامات کو اپنے عقل ودانش کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے سارے معاملات اللہ کی حکمت پر چھوڑ کر اسی پر عمل کرنے والا بنے۔ تو یہی اولاد آگے چل کر والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک سرمایہ آخرت اور صدقات جاریہ میں سے بن جاتی ہے' بصورت دیگر غیر اسلامی وشرعی تربیت کے جرم میں والدین بھی یہ لخت جگر جب بڑے ہو کر جرائم گناہوں کا ارتکاب کریں شریک جرم کی حیثیت سے جہنم کے ایندھن بننے کا مصداق بن کر وارد جہنم ہوں گی۔ جس سے بچنے اور بچانے کا حکم خطبہ کے ابتداء تلاوت کردہ آیت کریم رحیم وکریم ذات باری تعالیٰ نے فرمایا۔

<u>عقیقہ کی حکمت' فضائل ومسائل اور فلسفہ:</u> اللہ تعالیٰ لامتناہی انعامات میں سے ایک بہت بڑی نعمت اولاد کا حاصل ہونا ہے۔ اس نعمت کی قدر وقیمت کا اندازہ بے اولاد حضرات کی کیفیت سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ رب ذوالجلال کی طرف سے اس احسان وکرم کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے والدین پر فدیہ اور شکرانہ ادا کرنے کو مشروع قرار دیا ہے۔ جسے ہم اور آپ عقیقہ کہتے ہیں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک سنت اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے۔ یاد رہے یہ ان دوستوں کیلئے ہے جو صاحب استطاعت ہوں۔ مناسب یہی ہے کہ عقیقہ کے دن ہی کوئی مناسب اور شرعی نام رکھا جائے۔ بہترین وقت پیدائش کا ساتواں دن اگر نہ ہو سکے تو چودھواں یا پھر اکیسویں کو یہ ذمہ داری ادا کر کے اس عمل پر مقررہ ثواب انشاء اللہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا اپنا عمل عقیقہ کے سنت یا مستحب ہونے کی دلیل ہے

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا رواه ابوداؤد وعند النسائي كبشين كبشين ۔ اور امام نسائیؒ کے نزدیک دو دو ۔

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک بکرا ذبح کیا۔'' ابوداؤد میں ایک اور فرمان نبوی ﷺ ہے:

قال من ولدله ولد فاحب ان ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس کو چاہیے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔''

بیشتر ائمہ کی رائے یہی ہے کہ لڑکا پیدا ہو تو دو بکرے یا بکریاں' لڑکی کی پیدائش پر ایک بکرا یا بکری ذبح کرنا چاہیے۔ ابن عباسؓ کی روایت میں ایک ایک بکرے کی علماء نے مختلف توجہات کی ہیں مگر اغلب یہی ہے کہ ایک ایک آپ ﷺ نے ذبح فرما کر ایک ایک حضرت فاطمہؓ کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ الغرض اولاد کا یہ حق بھی ادا کرنا

بے شمار برکات واجور کا ذریعہ ہے۔ جن کا ذکر آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے اور حضور ﷺ کی اس سنت کی ادائیگی بھی اسلام کے اس اعلیٰ وارفع ہدایت جس میں قرابت داروں اور دیگر حاجتمند مسلمانوں کو اپنی خوشی میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے' محبت واتفاق کے قیام اور دینوی وسائل سے محروم فقر و فاقہ کے شکار لوگوں کے مصائب میں کمی کا ذریعہ بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عقیقہ کا گوشت فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کرنا اور عزیزوں واحباب کو ہدیۃً دینا مسلمانوں کا آپس میں افتراق وانتشار اور بغض وعداوت کی جگہ اتحاد بین المسلمین کے اسباب میں سے ایک بہتر سبب بن سکتا ہے۔

<u>ختنہ کے احکام ومسائل:</u> اولاد کے حقوق میں سے اپنے اولیاء اور والدین پر یہ بھی حق ہے کہ بچے کی پیدائش کے چند دنوں بعد اس کا ختنہ کیا جائے امام ابوحنیفہؒ جن کے مسلک پر آپ اور ہم عمل پیرا ہیں یہ عمل کروانا سنت ہے' شاید اسی وجہ سے ہمارے پٹھان علاقوں میں اس حق کی ادائیگی کا نام بھی ''سنت'' رکھا گیا ہے۔ ہم آپس میں کہتے ہیں کہ آج یا کل فلاں کے بچے کی ''سنت'' ہو رہی ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید المرسلین ﷺ نے کئی روایات میں باقاعدہ امت مسلمہ کے مردوں کو ختنہ کا حکم فرمایا۔

سرور دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں میرے دادا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اسلام لایا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الق عنک الشعر واختتن ۔حالت کفر کے سر کے بال مونڈو اور ختنہ کرواؤ۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: عن ابی هريرة الفطرة خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ حضور ﷺ کی روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں ایک تو ختنہ کروانا' دوم ناف سے نیچے بالوں کو لوہے یعنی بلیڈ یا استرا وغیرہ سے صاف کرنا' سوم مونچھ کتروانا' چہارم ناخن کاٹنا' پنجم بغل سے بال ہٹانا۔

فطرۃ سے مراد یہ کہ مذکورہ امور تمام انبیاء کے ادیان میں مشروع ومسنون تھے' حضور کے بعثت سے قبل تمام گزری ہوئی شریعتوں میں اہم مذہب ابراہیمؑ کا بھی تھا جس کی اتباع کی رب العالمین نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا (سورۃ نحل)

ترجمہ: پھر ہم نے حکم دیا کہ دین ابراہیم پر چلیں جو کہ سب سے ایک طرف تھا۔ یعنی تمام مخلوقات سے الگ ہو کر صرف رب العالمین جل جلالہ کا دروازہ پکڑ لیا جس کے قبضہ میں تمام کائنات ہیں۔ جب دین ابراہیمی کو لازم العمل قرار دیا گیا تو ملت اسلامی کے ہر فرد پر دین ابراہیمی پر چلنا ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے وہ فرد تھے جس نے ختنہ کیا اور ان کے بعد یہی عمل تمام انبیاءؑ ان کے امتوں میں حضور ﷺ کی تشریف آوری تک جاری رہا۔

حضرت ابراہیمؑ سب سے پہلے ختنہ والے انسان:

جناب یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ وعن یحییٰ بن سعید انه سمع سعید بن المسیب یقول کان ابراهیم خلیل الرحمن اول الناس ضیف الضیف واول الناس اختتن واول الناس قص شاربه واول الناس رأى الشيب فقال یا رب ما هذا قال الرب تبارک وتعالىٰ وقار یا ابراهیم قال رب زدنی وقارا۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعید ابن میتب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابراہیمؑ جو رحمان کے دوست تھے۔ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی اور وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے ختنہ کیا وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے اپنی مونچھیں کتریں اور وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے بڑھاپا (یعنی سفید بال) دیکھے تو سوال کیا میرے پروردگا یہ کیا ہے۔ پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیمؑ یہ وقار و عظمت ہے حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا اے رب اس نعمتِ عظمت و وقار میں اضافہ فرما۔

اگرچہ اس ذکر کردہ حدیث میں چند ایسی باتوں کا ذکر ہوا۔ جن کا آج کے بیان کرنے والے موضوع سے تعلق نہیں ان امور کی تفصیل انشاء اللہ کسی اور موقع پر کروں گا۔ یہاں غرض یہ کہ ختنہ کی ابتداء ابراہیمؑ نے فرمائی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کے روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عمر اسّی (۸۰) سال تھی کہ انہوں نے ختنہ کیا۔ تو اسی سنت ابراہیمی پر عمل کر کے قیامت تک وجود میں آنے والے ہر مسلمان پر ختنہ کرنا سنت ہے۔ دراصل یہ ختنہ شعائرِ اسلام اور مسلمان اور کافر کے درمیان مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان مختون اور غیر مسلم غیر مختون ہوتا ہے۔ ختنہ میں دینی مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی فوائد ہیں جنہیں علماء و ماہرین طب نے مختلف کتب میں ذکر کیا۔ مناسب یہی ہے کہ بچے کا ختنہ اس عمر میں کیا جائے کہ جب وہ حد شعور تک نہ پہونچے اسے یہ فکر اور پریشانی نہ ہو کہ میں ابھی تک غیر مختون ہوں، اور اب اس بڑے عمر میں ختنہ کروانا ہے۔ علماء نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کا عقیقہ و ختنہ پیدائش کے ساتویں دن کر دیا۔

محترم حاضرین، اولاد کا واقعی آنکھوں کا نور دل کا سرور اور مسلم معاشرہ کا باکردار، اخلاق حسنہ سے مالا مال اور مسلم سوسائٹی کا حقیقی فرد بننے کے لئے والدین کی بعض ایسی ذمہ داریاں ہیں۔ جن کا ذکر آج وقت کی کمی کے باعث نہ ہوسکا۔ اللہ نے چاہا اور زندگی رہی تو ان اہم و کلیدی حقوق جو والدین پر اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں لازمی ہیں۔ آئندہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ مالک کائنات مجھے اور آپ سب کو راہ حق پر چلنے اور اولاد کو صراط مستقیم پر چلانے کی ہمت اور توفیق سے مالا مال فرمادیں۔

جناب مولانا عیسیٰ منصوری *

پاکستان صیہونیت کے شکنجہ میں

سن ۲۰۰۱ء میں نائن الیون کا واقعہ عالمی سیاست کا ٹرننگ پوائنٹ (نکتہ انحراف) جس نے پوری دنیا کو بدل کر رکھ دیا بیسویں صدی کے اخیر تک رشیا کی شکست وریخت کے بعد دنیا کی اکلوتی سپر پاور پوری طرح صیہونی شکنجہ میں جکڑی جا چکی تھی امریکی سیاست پر مثلاً صیہونی مسیحی (نیو انجلیکن) گروپ کا قبضہ تھا جن کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی جلد از جلد آمد ثانی کیلئے دنیا کو تیار کرنا ان کا سب سے پہلا اور اہم فریضہ ہے اور اس فریضہ کی الف با یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ یہود کی عالمی حکومت دنیا پر قائم ہو یروشلم میں تخت داؤدی بچھے اسرائیلی نسل کا بادشاہ عالمی حکمران کے طور پر تخت نشین ہو اس کے بعد کہیں حضرت مسیحؑ کی تشریف آوری ہو سکے گی امریکہ پر مکمل اقتدار گذشتہ تین ہزار سال میں صیہونیت کی سب سے بڑی کامیابی تھی جس کے لئے صیہونی صدیوں سے کوشاں تھے بالآخر صیہونیوں کی کڑی جدوجہد عالمی وسائل پر قبضہ اور طویل سازشوں کے ذریعہ اس عظیم کامیابی کے حصول میں کامیاب رہے۔ اس کامیابی کی بدولت مسیحیت جو گذشتہ دو ہزار سال سے سب سے بڑا یہود دشمن مذہب تھا جس کا بنیادی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیحؑ کو زندگی بھر اذیتیں دینے والے رومن امپائر کو جھوٹی اطلاعات اور شکایتیں پہنچا کر سولی پر چڑھانے والے ان کو اور ان کی والدہ محترمہ کو نسب کی سب سے بڑی گالی دینے والے گروہ (یہودیوں) کا استیصال ان کا پہلا مذہبی فریضہ ہے بقول اسرائیل کے مشہور اسکالر وصحافی اور سابق ممبر پارلیمنٹ کے آویزری تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک یورپ میں یہ صورت حال تھی کہ یہودیوں کیلئے تین ہی راستے ہیں (۱) عیسائی بن جائیں (۲) ذبح کردئے جائیں (۳) جلاوطن ہو جائیں۔ اس عرصہ میں عالم اسلام یہودیوں کا واحد سہارا تھا حتیٰ کہ یہودیوں کی فریاد پر خلافت عثمانیہ کے سلیمان اعظم نے رومن امپائر کو یہودیوں کی خاطر حملے کی دھمکی دی تھی۔ غرض تین ہزار سالہ تاریخ میں صیہونیت کی سب سے بڑی کامیابی ایسے دشمن مذہب میں نقب لگا کر اس کے سب سے مؤثر، طاقتور، باوسائل اور با اقتدار طبقہ کو عالمی صیہونی منصوبہ (نیو ورلڈ آرڈر) جو درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر ہے کا کارندہ بنانے میں کامیاب ہونا ہے جس طرح نظام شمسی کے تمام سیارے سورج

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن۔

کو مرکز بنا کر اس کے گرد گردش کر رہے ہیں اسی طرح دوسری جنگ عظیم کے بعد مغرب کی سیاست اسرائیل کو طاقتور بنانے اور اسرائیل مخالف عنصر خصوصاً عالم اسلام کو تباہ کرنے کے واحد مرکزی محور پر گھوم رہی ہے یہی موجودہ دور کی سیاست کی سب سے بڑی حقیقت ہے اس موضوع (یعنی اسرائیلی لابی کا امریکہ و یورپ پر اثر و رسوخ) پر گذشتہ دنوں متعدد تحقیقی ضخیم کتابیں امریکہ میں چھپیں مگر آناً فاناً مارکیٹ سے غائب کر دی گئیں یورپی ملکوں کی تو مجال ہی نہیں کہ کوئی ایسی کتاب چھاپ کر عالمی صیہونیت کا عتاب مول لے سکے یورپ کے بڑے سے بڑے ملک فرانس، جرمنی، برطانیہ کی کسی بھی حکومت کے خاتمہ کیلئے اسرائیل کا ایک جملہ کافی ہے کہ فلاں گورنمنٹ ملک کو سامی (یہود) دشمن سرزمین بنا رہی ہے غرض نائن الیون صیہونیت کے عالمی غلبہ کا اظہار تھا بلکہ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا جس طرح بیسویں صدی میں دونوں عظیم جنگیں صیہونی منصوبہ تھا کہ ان جنگوں کا اصل فائدہ یہودی قوم کو ہوا ڈھائی ہزار سال کے بعد تاریخ میں پہلی بار یہودی مملکت وجود میں آئی یہی نہیں یورپ و امریکہ کی سیاست معیشت و ذرائع ابلاغ پر مکمل کنٹرول جرمنی سے نکل کر ایک معتوب اقلیت کو حاصل ہو گیا 9/11 جنگ عظیم سے کہیں بڑھ کر کامیاب اور دور رس نتائج کا حامل منصوبہ تھا اس حادثہ کا سو فیصد فائدہ اسرائیل کو پہنچا اور سو فیصد نقصان مسلمانوں کے حصہ میں آیا پاکستان جو دنیا میں اسلام کا قلعہ اور اسلام کی امید سمجھا جاتا تھا اس واقعہ نے اس کی سیاست کا رخ ۱۸۰ درجہ کے زاویہ پر برعکس سمت میں موڑ دیا مشرف صاحب کو نواز شریف صاحب کی منتخب حکومت کا تختہ الٹے ابھی دو سال ہی گذرے تھے اور وہ دل ہی دل میں اپنے اقتدار کو طول دینے کا منصوبہ بنا رہے تھے کہ 9/11 نے ان کی دلی مراد پوری کر دی جیسے ہی بش نے دھمکی دیکر اپنے مطالبات رکھے مشرف صاحب کو ان میں اپنی تاحیات بادشاہت نظر آگئی پھر کیا تھا فوراً فوجی سلیوٹ مار کر اس طرح لیس سر کہا کہ امریکی حکمران حیران رہ گئے بقول سابق امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کے امریکی سمجھتے تھے کہ مشرف صاحب بمشکل ان کے آدھے مطالبات تسلیم کریں گے وہ بھی اس کے بدلے میں بہت کچھ حاصل کر کے جس میں کم از کم ۴۰ بلین ڈالر قرضے کی معافی سرفہرست ہوگی مگر کولن پاول حیران رہ گئے جب مشرف صاحب نے بغیر کسی شرط و مطالبہ کے سارے مطالبات ایک لحہ میں منظور کر لئے سوچنے کا وقت تک نہیں مانگا مشرف صاحب خوب سمجھتے تھے کہ دنیا کی اکلوتی سپر پاور کا کارندہ بن جانے پر پاکستان میں ان کی حکمرانی پکی ہوگئی جب ایک بار امریکہ کے ہاتھوں اپنی لگام دے دی پھر کیا تھا ہر روز ھل من مزید کا نعرہ امریکہ کا دن بدن DO MORE یہ کافی نہیں اور کرو کا مطالبہ بڑھتا رہا پھر ۲۰۰۷ء کے شروع میں پاکستانی سیاست میں ایک اور موڑ آیا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چودھری کے خلاف ریفرنس کے واقعہ نے عوام میں مشرف صاحب کی شخصیت و حیثیت کو انتہائی نچلی سطح پر پہنچا دیا اب ہر امریکی DO MORE کی تعمیل اکیلے مشرف صاحب کے بس کا روگ نہیں رہ گیا تو عالمی سیاست کے کھلاڑی (امریکہ و برطانیہ) نے مشرف صاحب کیساتھ دو اور پاٹنر لگانے کا منصوبہ تیار کیا (بے نظیر بھٹو اور الطاف حسین) ایم کیو ایم کی امیج ہزار جتن کے باوجود

ابتک قاتلوں اور دہشت گردوں کے ایک لسانی ٹولے کی ہے جس کے اثرات محض مہاجر طبقہ اور سندھ کے شہروں تک محدود ہیں البتہ بے نظیر صاحبہ ملک کے چاروں صوبوں میں اثرات رکھتی ہیں مشرف صاحب کے ان دونوں پاٹنروں میں قدر مشترک دو باتیں ہیں (۱) امریکہ کی غیر مشروط حمایت واطاعت (۲) واحد دشمن کے طور پر مذہبی انتہاء پسندی کے نام پر پاکستان کی مذہبی طاقتوں اور سیاست میں اسلام کی بالا دستی چاہنے والوں کو تباہ کرنے پر آمادگی چنانچہ جسٹس افتخار چودھری کے واقعہ کے بعد ہم دیکھتے ہیں بے نظیر صاحبہ کے تمام تر بیانات امریکی حکمرانوں کو خوش کر کے خود کو مشرف صاحب سے زیادہ بہتر انداز میں خدمت کا اہل ثابت کرنا رہا مثلاً محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو عالمی اداروں کے حوالے کروں گی امریکی ونیٹو افواج کو پاکستان میں ہر جگہ دشمن کے خلاف کاروائی کی اجازت دوں گی امریکہ کے حسب منشا دینی مدرسوں کو کنٹرول کروں گی اور اپنی سارى طاقت وصلاحیت انٹی امریکی فورس (القاعدہ، مقامی طالبان اور مذہبی جماعتوں کو ختم کرنے پر صرف کروں گی وغیرہ وغیرہ)۔

گذشتہ کئی ماہ سے درجنوں امریکی برطانوی حکومت کے اہل کار بات چیت کے ذریعہ ان تینوں فریق میں سودا بازی (ڈیل) کروانے میں مشغول رہے ساری بات پختہ اس وقت سمجھی گئی جب بے نظیر صاحبہ نے نیویارک میں اسرائیلی سفیر سے تفصیلی اور طویل مذاکرات کئے اور پاکستان کے مستقبل کا منصوبہ طے کیا ظاہر ہے ان دونوں میں سے کس نے کس کو ہدایات دی ہوں گی یا مطالبات منوائے ہوں گے؟ جس وقت نواز شریف صاحب کو سپریم کورٹ کے فیصلے کے باوجود جدہ روانہ کیا گیا تھا اسی وقت امریکی و برطانوی ذرائع ابلاغ نے کہدیا تھا کہ جب بے نظیر صاحبہ تشریف لائیں گی تو ان کیلئے حکومت کی طرف سے ریڈ کارپیٹ بچھے گا البتہ اتنی احتیاط ضرور برتی گئی کہ امریکہ و برطانیہ کی حکومتوں نے اپنے ممبران پارلیمنٹ اور سینٹر حضرات سے درخواست کی کہ وہ بے نظیر صاحبہ کے ساتھ پاکستان نہ جائیں کہیں پاکستانی عوام بدک نہ جائیں کہ حکمرانی کیلئے امریکی لاؤ لشکر آگیا۔ منصوبہ میں صرف چند حضرات کا ساتھ جانا طے پایا جن میں برطانیہ کے سابق یہودی وزیر خارجہ جیک سٹرا شامل ہیں جو پہلے ہی ڈیل کے سلسلے میں جا چکے ہیں۔

پاکستان جیسے تیسری دنیا کے کسی ملک میں بھیڑ جمع کرنا پیسوں کا کھیل ہے یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ ڈیل کے ذریعہ مشرف صاحب نے بے نظیر سے مالی مقدمات واپس لے کر سویٹزرلینڈ کے بینکوں میں جمع اربہا ڈالرز تک انکی رسائی آسان کردی۔ دوسری طرف پاکستانی میڈیا کے گنتی کے چند باضمیر صحافیوں کے علاوہ میڈیا کے بیشتر لوگوں کی منہ بھرائی بے نظیر صاحبہ کی آمد سے پہلے ہی کر لی گئی۔ چنانچہ ہم نے دیکھا پاکستانی مقبول ترین چینل کا مقبول ترین پروگرام آج کامران خان کے ساتھ میں مشرف صاحب اور شوکت عزیز صاحب کے جو طویل طویل انٹرویو لئے گئے اس کا مقصد ان شخصیات کی امیج کو بہتر بنانا تھا۔ مشرف صاحب سے کوئی ٹیڑھا سوال نہیں کیا گیا جس طرح کے درجن بھر سوال کامران خان نے ایک ہی سانس میں شہباز شریف سے اس رات پوچھ ڈالے جس رات نواز شریف صاحب پاکستان

کیلئے روانہ ہوئے تھے ان سوالات سے شہباز شریف صاحب چکرا کر رہ گئے اور ان کی بولتی بند ہوگئی۔ تمام انتظامات کے بعد دبئی سے چالیس کاروں کا قافلہ چلا۔ پہلے میڈیا نے متحدہ امارات کے حکمران سے بے نظیر صاحبہ کے تفصیلی ملاقات دکھائی اور پہلی بار دبئی ایئر پورٹ پر کسی غیر ملکی شخصیت کو اس طرح کو پروٹو کول دیا گیا۔ کراچی جہاز لینڈ کرتے ہی پوری سندھ اور وفاقی حکومت اس طرح خدمت میں جتی رہی کہ کہیں امریکہ کے نزدیک ان کی خدمت پر آنچ نہ آجائے کہ آج کل امریکہ ومغرب کے نزدیک پاکستان میں جمہوریت نام ہے بینظیر صاحبہ کی شخصیت کا کیونکہ اب واشنگٹن کے احکامات کا وردی کے بجائے دوپٹے کے ذریعہ نفاذ ہوگا۔ گذشتہ ۵ سال سے پاکستانی جمہوریت فوجی بوٹوں تلے رہی تھی۔ سارے اہم فیصلہ جی ایچ کیو میں فرد واحد کرتا تھا پارلیمنٹ اور سوو زیروں کی فوج ظفر موج کی حیثیت محض نمائشی ربر اسٹیمپ کی تھی' بے نظیر صاحبہ کی آمد کے چند گھنٹوں بعد ہی خودکش یا ریموٹ کنٹرول دھماکہ جس نے ڈیڑھ سو کے قریب بے قصور عوام کو موت کے منہ میں دھکیل دیا اور چھ سو کے قریب زخمی ہسپتالوں میں پہنچا دیئے یہ دھماکے کس نے کئے شاید کبھی پتہ نہ چل سکے لیاقت علی خان کے قتل سے آج تک کون سا قاتل پکڑا گیا یہ سب عالمی طاقتوں کے کھیل ہیں ہاں ایک استثناء ضرور ہے مشرف صاحب کے قتل کے جرم میں درجن بھر سی آئی اے کی نظروں میں کھٹکنے والے افسران موت کی سزا پا چکے ہیں اب تو پورے عالم اسلام کی انٹلی جنس (خفیہ اداروں) پر سی آئی اے کا تسلط ہو چکا ہے چنانچہ گذشتہ دنوں بے نظیر صاحبہ سے ڈیل کرنے پاکستان کی آئی ایس آئی اور خفیہ اداروں کے سربراہ جاتے رہے اور نواز شریف صاحب کو جدہ واپس لیجانے جو سعودی شہزادے تشریف لائے تھے وہ سعودی انٹلی جنس کے سربراہ ہیں۔ مشرف حکومت کے تقریباً تمام اہم وزراء سی آئی اے سے سند یافتہ اور منظور شدہ ہیں۔ لگتا اب پاکستان میں سی آئی اے اس پوزیشن میں ہے کہ وہ مقامی خفیہ اداروں کو فہرست دیتی ہے کہ کن کن لوگوں کو گھروں سے اٹھوا کر لا پتہ کرنا ہے اور کن کن کو قتل کرنا ہے۔ دھماکوں کا مقصد و نتیجہ سامنے ہے پاکستان کے مشہور صحافی تجزیہ نگار اور ڈیلی پاکستان کے ایڈیٹر نجم سیٹھی صاحب کے بقول ان خودکش دھماکوں نے بینظیر صاحب کی مقبولیت کو عروج کی آخری حدوں تک پہنچا دیا اب بے نظیر کہہ سکتی ہیں کہ عوام نے میرے خلاف مقدمات میں عدالتوں کے خلاف اور میرے حق میں فیصلہ دے دیا (دبئی میں وہ عدالتوں کو للکار چکی ہیں) اور یہ ریلی میرے حق میں عوام کا ریفرنڈم ہے مثل مشہور ہے سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابھی شہداء کے جنازے بھی نہیں اٹھے تھے اور پچاسوں لاشوں کی شناخت بھی نہیں ہو پائی تھی۔ ادھر امین فہیم اپنی ٹیم کے ساتھ بات چیت میز پر مشرف صاحب سے نگران حکومت کے سیٹ اپ پر گفتگو کر رہے تھے۔ عوام ہیں ہی بلی چڑھنے یا قربانی کا بکرا بننے کیلئے جس طرح 9/11 کے واقعہ میں ۳۔۴ ہزار کی قربانی دی گئی تا کہ افغانستان کی امارت اسلامیہ جو کسی طرح امریکہ کے قابو نہیں آرہی تھی اور صدام حکومت جس کا سب سے بڑا جرم اسرائیل کو للکارنا تھا کو تہس نہس کرنے کیلئے بہانہ فراہم ہوا ادھر کراچی میں بے نظیر کا جشن تھا دوسری طرف پاک فوج نے وزیرستان میں گھروں پر

بمباری کر کے سینکڑوں عورتوں بچوں بوڑھوں کو سڑکوں پر لا ڈالا جب پاکستانی میڈیا نے وزیرستان کے لٹے پٹے عورتوں بچوں بوڑھوں کی بے بسی کا منظر دکھایا وزیر خاجہ خورشید قصوری صاحب نے یہ کہہ کر اپنی بے بسی ظاہر کی کہ اگر ہم آپریشن نہ کریں تو نیٹو کی افواج کریں گی وہ ہماری دوست جو ٹھہری امریکی دوستی کے متعلق مشہور یہودی اسکالر امریکی پالسی ساز اور سابق امریکی وزیر خاجہ ڈاکٹر ہنری کیسنجر کہہ چکے ہیں کہ آپ امریکہ کی دشمنی کر کے تو بچ سکتے ہیں مگر دوستی کر کے نہیں بچ سکتے اور ایک مشہور عرب سفارت کار کا کہنا ہے آپ دشمن ہیں تو امریکہ منہ مانگی قیمت دے کر خرید لے گا اگر دوست ہیں تو آپ کو بلا قیمت بیچ دے گا۔

تاریخ پھر خود کو دہرا رہی ہے ۱۸۸۷ء میں جب تخت مغلیہ پر برٹش امپائر کی بساط بچھی تھی تو اعلان ہوا تھا خلقت خدا کی ملک کمپنی بہادر کا اور حکم ملکہ وکٹوریہ کا بالکل یہی منظر سامنے ہے امریکہ بہادر نے پورا منصوبہ بنا کر دے دیا ہے کہ آئندہ دو مہینوں میں جمہوریت جمہوریت کا کھیل کھیل کر تم نے کیا کرنا ہے اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا جو ملک پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نعرے اور اسلام کا عمل ماڈل و نمونہ پیش کرنے کے عنوان سے وجود میں آیا تھا اس پر حکم چلے گا امریکہ بہادر کے پردے میں اسرائیل اور صیہونی لابی کا ظاہری عنوان خواہ کچھ ہو حقیقی عنوان صرف ایک پے در پے جیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ۔

سب سے زیادہ افسوس پاکستان کے مذہبی حلقوں پر ہے انہوں نے ساٹھ سال سے نفاذ اسلام کے نعرے ضرور لگائے مگر کوئی گراؤنڈ ورک نہیں کیا حتیٰ کہ فلسطین کی حماس یا مصر واردن کی اخوان کی طرح خدمت خلق اور فلاحی کاموں پر بھی توجہ نہیں دی پاکستان کے مذہبی حلقوں کی سب سے بڑی غلطی سی آئی اے کے پروپیگنڈے میں آ کر روس کے خلاف استعمال ہونا ہے افغانستان میں ۱۵ لاکھ مسلمان شہید ہوئے تقریباً اتنے ہی اپنے اعضاء گنوا کر معذور اور تقریباً اتنے جلاوطن ان سب قربانیوں کا ریزلٹ و نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ دنیا کی اکلوتی سپر پاور بن کر عالم اسلام پر چڑھ دوڑا اگر پچیس، پچاس سال روس و امریکہ کی سرد جنگ چلتی رہتی اس درمیان میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی کوششوں سے درجن بھر مسلم ملک ایٹمی طاقت بن گئے ہوتے تو عالم اسلام امریکہ کے آگے اس قدر بے بس تو نہ ہوتا۔

سوال ہے کیا مصور پاکستان علامہ اقبال، قائداعظم، لیاقت علی خان، نواب بہادر یار جنگ، مولانا شبیر احمد عثمانی، سردار عبدالرب نشتر، خواجہ ناظم الدین، حسین سہروردی شہید، پیر مانکی شریف وغیرہ کو ملکی ذریعہ سے اس بات کا علم ہو جاتا کہ پاکستان کے تمام اہم فیصلے دشمنان اسلام (مغرب طاقتیں) کریں گی تو کیا وہ پاکستان بنوانے کیلئے لاکھوں جانوں اور عصمتوں کی قربانی دیتے؟

(قسط ۱)　　پروفیسر محمد یونس میو *

فقہ اسلامی کے ماخذ اوران کے قرآنی دلائل

اسلامی قانون سازی کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اوراس میں مذاہب اسلامی کے تمام ائمہ سنی اور شیعہ متفق ہیں (۱)۔علامہ محمد اقبال قرآن کے اولین ماخذ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں ''اسلامی قانون کا اولین ماخذ قرآن ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک میں قانونی نوعیت کے کچھ اصول اور قواعد وضوابط موجود ہیں''(۲)۔ قانون سازی کے یہی اصول تھے جو فقہائے متقدمین کے پیش نظر تھے اور جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے متعدد نظامات قانون قائم کیے (۳)۔قرآن میں دوقسم کے احکام ہیں اول وہ جن کا مقصد اقامتِ دین ہے یہ احکام عقائد وعبادات پر مشتمل ہیں دوسرے وہ احکام جو نظام حکومت اور نظم ملت سے متعلق ہیں۔فقہ اسلامی کے ماخذ بھی دو طرح کے ہیں۔نقلی اور عقلی۔نقلی ماخذ میں قرآن کے علاوہ سنت' اجماع' قیاسات (فتاویٰ) اور سابقہ شریعتیں شامل ہیں۔جبکہ عقلی ماخذ میں قیاس' مصالح مرسلہ' رسم ورواج عرف اور استصحاب وغیرہ زیر بحث آتے ہیں۔عام کتب اصول فقہ میں بالعموم قرآن حکیم' سنت نبویؐ' اجماع' قیاس کا ذکر ہوتا ہے (۴)۔استحسان' استدلال' استصلاح' تعامل' عرف وعادات' شرائع من قبلنا اور ملکی قوانین کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ذیل میں ان تمام ماخذ فقہ کا زیر بحث لائے جائیں گا۔نیز ان کے قرآنی دلائل بھی مرتب کئے جاتے ہیں۔

احادیث نبویؐ:

تاریخ علمِ اصول حدیث میں عام طور پر ''حدیث'' اور ''سنت'' کی اصطلاحات قائم کی گئی ہیں۔اکثر علمانے ان میں فرق واضح کیا ہے۔مثلاً شاہ محمد جعفر ندوی لکھتے ہیں کہ حدیث اور سنت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔احادیث تو وہ روایات ہیں جو کتابوں میں پھیلی ہوتی ہیں اور سنت وہ طریقہ زندگی ہے جو ان روایات سے معلوم اور مستنبط ہوتا ہے۔یعنی سنت وہ روح ہے جو ان روایات میں قدر مشترک کی طرح جاری وساری ہے (۵)۔ڈاکٹر صبحی صالح رقمطراز ہیں کہ'لفظ سنت اپنی اصل کے پیش نظر لفظ حدیث کے مترادف وساری نہیں ہے (۶)۔اس بحث میں جو بیان عام طور پر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ کی تعلیمات (قولی' فعلی اور تقریری) معرض بیان میں ہوں تو حدیث ہے اور معرض عمل میں ہوں تو سنت

---

* اسسٹنٹ پروفیسر۔گورنمنٹ کالج آف کامرس' ڈسکہ

کہلاتی ہے[۷]۔ مولانا مودودی[۸] نے سنت کا لفظ اور مولانا فہیم عثمانی نے حدیث کے لفظ کو زیر بحث رکھا ہے[۹]۔اس ساری بحث سے یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ قانون سازی میں حدیث کو بنیاد بنایا جائے یا سنت کو؟ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنے خطبات بہاولپور میں لفظ حدیث اور لفظ سنت کو مترادف الفاظ کہا ہے۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صحابہؓ کی نقل کردہ روایات میں آپ کا قول بھی ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی اسی طرح سنت سے مراد قول بھی ہے اور عمل بھی[۱۰]۔

حدیث کی ایک تیسری قسم ''تقریری'' ہے یعنی وہ امور جن کو حضورؐ نے برقرار رکھا اپنے کسی صحابیؓ کو کوئی کام کرتے دیکھا اور اس سے منع نہ کیا یا خاموش رہے تو گویا اپنی خاموشی سے آپ نے اس عمل کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے قانون سازی کے ذیل میں ایک جملہ لکھا ہے جو ہمارے مطلب کی چیز ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ ''آپ کے سکوت سے بھی اسلامی قانون بن جاتا ہے[۱۱]۔'' یہاں اس اقتباس سے راقم کی مراد یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حدیث کو قانون سازی میں وہ مقام اور حقیقت حاصل ہے جو سنت کو اور یہی حقیقت بھی ہے کیونکہ آپ نے حدیث اور سنت کو مترادف اصطلاحات کے طور پر لیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی سنت کے حوالہ سے یہی رقم فرمایا ہے۔ ''اسلامی حکومت کے گورنروں' قاضیوں اور دوسرے حکام کو معاملات کے فیصلے کرنے میں قرآن کے بعد جس دوسرے ''ماخذِ قانون کی طرف رجوع کرنا ہوتا تھا وہ سنت رسول ہی تھی[۱۲]۔'' قرآن میں جس قدر دلائل اس امر کے بارے میں موجود ہیں دیگر ماخذ کے بارے میں نہیں ہیں۔ جس سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ حدیث اور سنت فقہ اسلامی کے مستقل ماخذ ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آنکھیں بند کر کے تمام احادیث کو قبول کر لئے جائیں یا بغیر سوچے سمجھے تمام احادیث کو رد کر دیئے جائیں اس میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں۔

<u>علامہ اقبال کا نقطہ نظر:</u> ''اسلامی قانون کا دوسرا بنیادی ماخذ احادیث رسولؐ ہیں جو ماضی اور حال ہر زمانے میں بڑی بڑی شدید بحثوں کا موضوع رہیں۔ عہد حاضر کے ناقدین میں پروفیسر گولڈ تسیہر نے ان قوانین کی رو سے جن کا تعلق تاریخی تنقید سے ہے احادیث کے بارے میں بڑے تفحص سے کام لیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ بحیثیت مجموعی ہمیں ان کو نا قابلِ اعتبار کرانا چاہیے۔''[۱۳]

علامہ اقبال نے حجیت حدیث' صحت ونقد' وحی متلو اور غیر متلو اور حقیقت نص حدیث کے بارے میں سید سلمان ندوی سے خط وکتابت کی تھی جس کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر خالد مسعود نے اپنے مقالہ ''اقبال کا تصور اجتہاد'' میں کیا ہے[۱۴]۔ غالباً اس بنیاد پر علامہ نے اپنے خطبات میں کچھ اشارے کئے ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے:

''جہاں تک مسئلہ اجتہاد کا تعلق ہے ہمیں چاہیے ان احادیث کو جن کی حیثیت سر تا سر قانونی ہے' ان احادیث سے الگ رکھیں جن کا قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر اول الذکر کی بحث میں بھی ایک بڑا اہم سوال یہ ہوگا کہ......

امام ابوحنیفہ[۱۵] نے جو اسلام کی عالمگیر نوعیت سے خوب واقف تھے احادیث سے اعتناء نہیں کیا۔"[۱۶]۔

اس جیسے اقتباسات سے بعض حضرات کو یہ بدگمانی ہوئی کہ اقبال حدیث کے بارے میں سنجیدہ نہیں تھے۔ ان حضرات کا ذکر کئے بغیر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اقبال اہل قرآن بھی تھے اور اہل حدیث بھی اور اہل سنت بھی۔ آپ احادیث کے بارے میں بہت متوازن رائے رکھتے تھے۔ پروفیسر محمد منور لکھتے ہیں:

"میں سمجھتا ہوں کہ حدیث کے بارے میں بھی علامہ اقبال کی اعتدالی فطرت و خصلت بخوبی نمایاں ہے۔ نہ تائید میں غلو نہ تردید میں، نہ سارا مجموعہ احادیث قابل قبول اور نہ سرے سے حدیث کی ایک مفید ماخذ فقہ ہونے سے انکار اور یہ پھر بھی کہے، حضرت علامہ تو ماضی کے ثمر اور ثمرے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے تھے"[۱۷]۔

<u>قرآنی دلائل:</u> انبیاء کرام فقط اسی کام پر مامور نہیں ہوتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں اور بس بلکہ ان کے ذمے یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر کریں اس کے عملی اطلاق کے طریقے بتائیں۔ ان کا فریضہ منصبی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے صرف الفاظ پڑھ دینے پر مکمل نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اس کی تعلیم بھی دیں اور اسکی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے لوگوں کی تربیت بھی کریں۔ قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت سے اعلان فرمادیا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ[۱۸]۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ کو سونپے جانے کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی قرآن کریم میں یہ دعا بھی مذکور ہے۔

۲۔ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم

قرآن کریم کی اس آیت سے حضورؐ کی ذات اقدس کے چار وظائف معلوم ہوتے ہیں جن میں ایک یہ کہ "کتاب اللہ کی تشریح کے بارے میں آپؐ کی بات حرف آخر ہے"[۲۰]۔ آپ کی اطاعت کے بارے میں قرآن کریم میں بے شمار آیات موجود ہیں۔

۳۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولو فان اللہ لا یحب الکافرین[۲۱]۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا خوشی سے اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۔ واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون[۲۲]۔

یہی بات قدرے وضاحت کے ساتھ اس آیت میں موجود ہے۔

۵۔ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم

فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول الکنتم تومنون باللہ والیوم الاخر (۲۳)

سورۃ نساء میں ایمان والوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اپنے باہمی تنازعات میں آپ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے۔

۶۔　فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فی ماشجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۲۴)

اسی طرح کا ایک سورہ الاحزاب میں وارد ہوا ہے کہ جب کسی معاملے کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ طے کر دیں تو بعد ازاں اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

۷۔　وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا (۲۵)

سنت نبوی کے بارے میں ایک نہایت معروف آیت ملاحظہ ہو:

۸　لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۲۶)

اسی طرح ایک اور معروف آیت ہے:

۹۔　وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (۲۷)

اس آیت میں دو باتیں لائق توجہ ہیں اول یہ کہ اس میں "مـــا" فرمایا گیا ہے جو عام ہونے کے اعتبار سے پھر اس چیز کو شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دیں۔ خواہ وہ قرآن مجید ہو یا ارشادات نبویؐ ہمارا فرض ہے نہ اس کو قبول کرلیں (۲۸)۔ اتباع سنت نبوی کے ذیل میں یہ آیت بھی آپ کی توجہ کے قابل ہے۔

۱۰۔　قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۲۹)۔

یہ نمونے کی چند آیات ہیں جن پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن میں رسول اللہ کی اطاعت و اتباع کی صورت میں انعام و اکرام اور نافرمانی کے جرم میں سزا و عقوبت کے تذکرہ کے ساتھ وعید موجود ہیں۔

اجماع: اجماع کے معنی میں "کسی معاملہ پر امت مسلمہ کا متفق ہو جانا" (۳۰) صاحب فیروز اللغات نے لکھا ہے:

"جمع کرنا، اکٹھا کرنا، اتفاق رائے (فقہ) مسلمان مجتہدین کا کسی امیر شرعی پر متفق ہو جانا" (۳۱)۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے بھی اجماع کے یہی معانی بیان کیے ہیں (۳۲)۔

جمہور فقہاء کے نزدیک کتاب وسنت کے بعد اسلامی قانون کا تیسرا ماخذ اجماع شمار ہوتا ہے اور جن مسائل کے متعلق قرآن وسنت میں یا تو سرے سے کوئی حکم موجود نہ ہو یا ہو تو صریح حکم نہ ہو ایسے مسائل میں تغیرات زمانہ اور فقہائے مجتہدین کی آراء کے زیر اثر اجماع اسلامی قانون سازی کا ذریعہ بن جاتا ہے (۳۳)۔ علامہ اقبال اجماع کو تیسرا ماخذ

بتاتے ہیں اور قرآن کے بعد اسی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔'' فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے اور میرے نزدیک اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے زیادہ اہم ہے (۳۴)۔

قرآنی دلائل: فقہانے اجماع کو شرعی دلیل ثابت کرنے کیلئے یہ قرآن وسنت کے دلائل اور براہین عقلیہ سے استدلال کیا ہے جن میں سے چند ایک قرآنی آیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ و نصله جهنم وساءت مصیرا (۳۵)

''اس آیت میں دو چیزوں کو جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔ ایک مخالفت رسول اور دوسرے جن کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے۔ یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہوجائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے (۳۶)۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس آیت کے ذیل میں یہ جملہ لکھا ہے'' اجماع میں مسلمانوں کا راستہ ہے اور واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اجماع دلیل شرعی ہے (۳۷)۔ دلائل اجماع میں اس آیت کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کی تفسیر میں امام شافعی کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے تین دن تک مسلسل قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد اس آیت کی نشاندہی فرمائی (۳۸)۔

۲۔ یاایها الذین امنوا اطیعو الله واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئی فردوه الی الله والرسول (۳۹)۔

اس آیت میں'' اولی الامر منکم'' کے الفاظ قابل غور ہیں اگر اولی الامر منکم سے مراد علما وفقہا ہیں جیسا کہ معارف القرآن میں لکھا (۴۰) ہے تو اس آیت کو بھی اجماع کے باب میں ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اجماع کی تعریف یہی ہے کہ کسی امر شرعی میں فقہاء متفق ہوجائیں۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ'' اس آیت سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ اختلاف کی صورت میں اجماع امت دلیل شرعی کی حیثیت سے قابل قبول ہے۔

۳۔ امت محمدیہ کا خاص اعتدال: وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (۴۱)۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس آیت کو دلائل اجماع میں بیان کیا ہے (۴۲)۔ مفتی محمد شفیعؒ نے آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں قرطبی' مظہری' اور امام جصاص کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ آیت اجماع امت کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ کیونکہ جب اس امت کو اللہ تعالیٰ نے شہداء قرار دے کر دوسری امتوں کے مقابلے میں ان کی بات کو حجت بنادیا ہے' تو ثابت ہوا کہ اس

امت کا اجماع حجت ہے اور عمل اس پر واجب ہے، اسی طرح صحابہؓ کا اجماع تابعین پر اور تابعین کا اجماع تبع تابعین پر حجت ہے (۴۳)۔ اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع میسر ہے، اجماع کا حجت ہونا صرف قرن اولی یا کسی خاص زمانے تک مخصوص نہیں ہے کیونکہ آپ میں پوری امت کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور امت محمدیہ صرف وہ نہ تھے جو اس زمانے میں موجود تھے بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں جو مسلمان ہیں وہ سب آپ کی امت ہیں تو ہر زمانے کے مسلمان شہداء اللہ ہو گئے، جن کا قول حجت ہے وہ سب کسی خطا اور غلط پر متفق نہیں ہو سکتے (۴۴)۔ آیت محولہ بالا سے ملتی جلتی ایک اور آیت ہے جسے اجماع کی دلیل کہا جا سکتا ہے۔

۴۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر (۴۵)۔ ڈاکٹر محمصانی نے "و اعتصموا بحبل الله جمیعاً و لاتفرقوا" (۴۶)۔ کو بھی دلائل اجماع میں ذکر کیا ہے (۴۷)۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے اللہ کی رسی سے مراد "قرآن مجید" بیان کیا ہے (۴۸)۔ پوری مسلم قوم کا اتحاد واتفاق صرف قرآن (دین اسلام) پر بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: یاایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین (۴۹)۔

قیاس: فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ قیاس ہے، یعنی قانون سازی میں مماثلتوں کی بناء پر استدلال سے کام لینا ہے (۵۰)۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی قیاس کو اسلامی قانون کو چوتھی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جب فتوحات اسلامی دور دراز ملکوں تک پہنچیں مملکت اسلامی کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا اور یہ سلسلہ صدیوں تک اسی طرح جاری رہا تو ایسے نئے نئے مسائل پیش آنے لگے جن کے متعلق نہ تو قرآن وسنت میں کوئی حکم موجود تھا اور نہ ان کے بارے میں اجماع امت تھا۔ چنانچہ ان کا حل تلاش کرنے کے لئے فقہاء عقل کو حکم بنانے اور رائے کو کام میں لانے پر مجبور ہوئے، لیکن وہ اس بارے میں بالکل آزاد تھے بلکہ وہ ان قواعد وضوابط کے پابند تھے جنہیں انہوں نے ایک نئے باب یعنی باب القیاس میں درج کیا اور اس کو اسلامی قانون کی چوتھی دلیل قرار دیا" (۵۱)۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیاس صرف اسی وقت عمل میں آئے گا جب کتاب وسنت اور اجماع سے کوئی رہنمائی حاصل نہ ہو، اس صورت میں قیاس اجتہاد ہی کا دوسرا نام ہے۔ علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں۔

"اگر مذہب حنفی کے اس بنیادی اصول قانون، یعنی قیاس کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر کام میں لایا جائے تو جیسا کہ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے وہ اجتہاد ہی کا دوسرا نام ہے" (۵۲)۔ قیاس اور اس کی حجت قرآن سے ثابت ہے۔

دلائل قرآنی: سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کی جلا وطنی کا حال بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے

وقذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم و ایدی المومنین فاعتبروا یااولی الابصار (۵۳)۔

عبرت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حال پر اپنے حال پر قیاس کرو اور ان کاموں سے بچو جن کی پاداش میں یہود کو سزا دی گئی (۵۵)۔

۲۔ سورۃ العنکبوت میں مشرکین کے خداؤں کی کمزوری کی مثال مکڑی کے جالے سے دینے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ایسی واضح مثالیں لوگوں کی فہمائش کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو وہی لوگ سمجھتے ہی جو علم رکھتے ہیں۔

وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العٰلمون (۵۷)۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مثالوں کا سمجھنا اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ ایک چیز کے حسن و قبح کو دوسری چیزوں کے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے جیسا کہ قیاس میں ہوتا ہے (۵۸)۔ اس کے علاوہ

۳۔ قرآن مجید نے بعض نظائر کے ذریعے سے بھی اہل علم کو قیاس کی تعلیم دی ہے۔ سورہ الانعام میں حرام اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحاً اولحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل بغیر الله به (۵۹)۔

اس آیت میں حصر کے ساتھ چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ساتھ خنزیر کو ناپاک اور "ما اهل لغیر الله" کو فسق قرار دیتے ہوئے ان کی حرمت کی علت بھی بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح مردار اور دم مسفوح کی حرمت بھی علت پر مبنی ہے۔ چنانچہ خود قرآن نے سورۂ مائدہ میں انہی علتوں کی بنیاد پر چند اور چیزیں بھی محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں (۶۰)۔

۴۔ حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل بغیر الله به والمنخنقه والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق (۶۱)۔

"یہاں علت کی بنا پر پانچ چیزوں کا الحاق میتہ کے ساتھ اور دو چیزوں کا الحاق ما اهل لغیر الله کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آگے علت بھی بیان کی گئی ہے "ذلکم فسق" یعنی جیسے طبعی موت مرنے والا جانور شرعی طریقے سے ذبح نہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح گلا کٹنے کی وجہ سے، گر کر اور سینگ لگنے کی وجہ سے مرنے والے جانور بھی حرام ہیں اور جیسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور اعتقادی فسق کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو یا شرکانہ طریقے سے اس پر جوئے کے تیر چلائے گئے ہوں (۶۲)۔

استحسان: حنفی مکتب فکر کے مطابق استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مسئلے کے ظاہری حالات کی بنا پر کوئی بات ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گہرے غور و فکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیش نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ استحسان

سے کام لینے والے حنفی آئمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق ترتیب معلوم کر کے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں۔فرض کیجئے میں آپ میں سے کسی کے سپرد کچھ امانت کروں' کہ اسے فلاں کو پہنچا دوں تو توقع یہی کی جائے گی کہ آپ وہی چیز منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔آج کل ہمارے ڈاک خانوں سے منی آرڈر بھیجا جاتا ہے۔ایک رقم آپ ڈاکخانے کے سپرد کرتے ہیں' امانت کا عام اصول تو یہی ہے کہ وہی رقم پہنچائی جائے۔لیکن ڈاک کے موجودہ نظام کے مطابق آپ کی رقم سرکاری خزانے میں جمع ہو جاتی ہے اور منی آرڈر وصول کرنے والے کو متبادل رقم ادا کر دی جاتی ہے اصل رقم تو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔یہی استحسان کا مفہوم ہے (۶۳)۔

یعنی جب کسی مسئلے میں قیاس سے زیادہ قوی دلیل موجود ہو یعنی قرآن یا سنت کی نص یا اجماع تو فقہاء نے صریح قیاس ترک کر کے زیادہ قوی دلیل کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہی استحسان کا مفہوم ہے (۶۴)۔

یہ امر لائق توجہ ہے کہ یہ حنفی مذہب کی خصوصیت ہے۔دوسرے فقہی مکاتب فکر کے لوگ اسے پسند نہیں کرتے (۶۵)۔

لیکن جو لوگ استحسان کو مانتے ہیں وہ قرآن وحدیث سے دلائل دیتے ہیں۔مثلاً

<u>دلائل قرآنی:</u>　الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولیک الذین ھداھم اللہ واولیک ھم اولو الالباب (۶۶) مولانا مودودیؒ نے اس آیت پر جو حواشی تحریر فرمائے ہیں۔وہ استحسان کے مفہوم کے قریب ترین ہیں۔اگرچہ مخالفین استحسان اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں استحسان پر کوئی دلیل نہیں ہے۔مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ "اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ ہر آواز کے پیچھے نہیں لگ جاتے بلکہ ہر ایک کی بات سن کر اس پر غور کرتے ہیں اور جو حق بات ہوتی ہے اسے قبول کر لیتے ہیں۔دوسرے یہ کہ وہ بات سن کر غلط معنی پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں (۶۷)

آیت میں "فیتبعون احسنہ" سے مراد یہ ہے کہ احکام کے اندر مستور خیر اور حکمت کی پیروی کرتے ہیں۔یہی وہ تعبیر ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت زیر بحث میں استحسان پر دلیل موجود ہے۔

<u>استدلال:</u>　استدلال مصدر ہے استدل کا۔جس کا معنی یہ ہے کہ اس نے دلیل تلاش کی اور حاصل کر لی۔ لیکن معنی مذکور کے علاوہ یہ لفظ علمی اصطلاح میں خاص دلیل عقلی کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔"یعنی استدلال ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو نہ نص ہو' نہ اجماع اور نہ قیاس ہو (۶۸)۔ اس مجمل اور مبہم تعریف میں استدلال کے بہت سے معانی اور قسمیں داخل ہیں۔جن میں ایک خاص قسم "استصحاب حال" ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ استصحاب حال کسی چیز کے وجود اور عدم وجود کو باقی رکھا جائے یہاں تک تبدیلی حالت ثابت نہ ہو جائے "استصحاب" کے لغوی معانی بھی باقی رکھنے کے ہیں (۶۹)۔مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ "اگر کوئی چیز بوقت نزاع کسی خاص حالت میں موجود ہے تو اس کی اسی حالت کو درست سمجھا جائے اور اسی پر برقرار رکھا جائے گا۔جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ

ہو جائے۔قرآن کریم میں اس اصول کا اطلاق قذف کے مسئلہ دلیل قرآنی میں ملتا ہے۔

سورہ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة(۷۰)۔

''اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درّے لگا دے''(۷۱)۔

یعنی چونکہ ان عورتوں کی عام شہرت پاک دامن ہونے کی ہے اور ان کے چال چلن کے بارے میں معاشرے میں کوئی شکوک وشبہات نہیں پائے جاتے' اس لئے قانون کی نظر میں وہ پاک دامن ہی شمار ہوں گی اور اگر کوئی ان پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو اس کا ثبوت اس کے ذمے ہے۔اور اس کے لئے اسے چار عینی گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ورنہ اسے جھوٹا قرار دے کر اس پر قذف کی حد جاری کی جائے گی''(۷۲)۔

<u>استصلاح یا مصالح مرسلہ:</u> اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم کو ایسے ضابطہ معنوی سے منسلک کر دیا جائے جو مصلحت عامہ اور منشاء شریعت دونوں کے موافق ہو'یا بالفاظ دیگر ایسا اصول قائم کیا جائے جس میں رفاہ عامہ اور منشا شریعت دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور اسی کے مطابق حکم لگایا جائے(۷۳)۔مصالح کا مقصد جلب شفقت اور دفع حرج یعنی فائدے کا حصول اور نقصان کو دور کرنا ہوتا ہے(۷۴)۔قرآن حکیم میں انسانی نفسیات اور ضرورتوں کے پیش نظر حالت و زمانہ کی رعایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔قرآن حکیم کے طریق نزول کو ہی لیجئے یہ دفعتہً نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت و مصلحت بتدریج اس کا نزول ہوا ہے یعنی جیسی ضرورتیں پیش آئیں اور جس قسم کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی ان کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا(۷۵)۔قرآن حکیم میں بیان کردہ اصول نسخ کے ذریعہ احکام کے موقع ومحل متعین کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد ہے اور احوال و مصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں(۷۶)۔احوال و مصالح کی اصل غرض وغایت آسانی پیدا کرنا ہے۔ لیکن یاد رہنا چاہیے کہ یہ رعایت عبادات سے متعلق نہیں بلکہ معاملات یعنی دنیاوی سے متعلق ہوتی ہے۔نیز یہ مصلحت عامہ روح شریعت کے مواقف ہوتا کہ دلائل شرعیہ کے مخالف نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ مصلحت عامہ کا تعلق ضرورت زندگی یا حاجیات (امور عامہ) نہ کہ کمالیات (نفسیات) سے(۷۷)۔

<u>قرآنی دلائل:</u> عصر اول کے مقابلہ میں اب فساد زیادہ پھیل گیا ہے جس کی بنیاد پر نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئیں اور احکام میں اختلاف ہو گیا ہے۔اگر اس کا لحاظ نہ کیا گیا تو ضرر لازم آئے گا اور ان تمام اصولوں کی خلاف ورزی ہو گی جن میں دفع حرج وضرر کی تاکید ہے۔مولانا محمد تقی امینی دوسری دلیل بیان کرتے ہیں۔''سیاست شرعیہ کے فیصلے مصلحت کے تحت آتے ہیں اور وقت ضرورت مصلحت کا اعتبار شریعت کی کل پالیسی کے مطابق ہے۔نیز مولانا فرماتے ہیں ''حالات وضرورت کے لحاظ سے احکام میں فرق واختلاف قرآن وسنت سے ثابت ہے چنانچہ بہت سے معاملات محض

ضرورت کی بناپر عام قاعدے سے مستثنیٰ کر کے جائز کیے گئے ہیں۔ مثلاً عرایا' مساقاۃ اور قراض وغیرہ (۷۸)۔

قرآن حکیم رفع حرج وضرر کے بارے میں متعدد آیات میں اشارے ملتے ہیں۔ چند ایک آیات ملاحظہ فرمائیں۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۷۹)

سورۃ النساء میں فرمایا: یرید اللہ ان یخفف عنکم (۸۰)

تیمم کا حکم بیان کرنے کے بعد فرمایا: مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (۸۱)

وراثت کی تقسیم کے ضمن میں ارشاد ہوا: لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا (۸۲)

کھانے پینے میں حرام اشیاء کے ذکر کے بعد فرمایا: فمن اضطر غیرباغ ولا عاد فلا اثم علیه (۸۳)

قصاص کے قانون کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (۸۴)

سورۃ البقرہ میں دیت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ذلک تخفیف من ربکم ورحمه۔ (۸۵)

بچے کی رضاعت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا: لاتضار والدۃ بولدھا ولا مولود له بولده (۸۶)

دس گنا دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کے حکم کو منسوخ کر کے فرمایا:

الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا (۸۷)۔

ماقبل کی شرطیں: فقہ اسلامی کا ایک ماخذ اسلام سے پہلے کی شریعتیں ہیں' یہاں ایک بنیادی سوال یہ موجود ہے کہ آیا شریعت اسلامی نے پچھلی شریعتوں کو منسوخ کیا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ پچھلی شریعتیں شریعت اسلامی سے منسوخ ہو چکی ہیں' سوائے ان احکام کے جنہیں شریعت اسلامی نے برقرار رکھا ہے (۸۸)۔

اور ان کے منسوخ ہونے پر قرآن میں کوئی قرینہ نہیں وہ ہی فقہ اسلامی میں حجت تسلیم کیے گئے ہیں (۸۹)۔

قرآنی دلائل: قرآن میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا ہے: اولئک الذین ھدی اللہ فبھد ھم اقتدہ (۹۰)۔

اس آیت کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم' اسحاق' یعقوب' نوح' داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ بعد ازاں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو کتاب اور نبوت عطا کی تھی۔ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ آپ بھی انہی کے راستے پر چلیں (۹۱)۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان انبیاء کی شریعتوں کے جو حکم اللہ نے منسوخ نہیں فرمائے۔ وہ فقہ اسلامی کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے بارے میں خاص طور پر فرمایا۔ ثم اوحینا اولئک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (۹۲)۔

حق تعالیٰ نے جو شریعت واحکام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ خاتم الانبیا ﷺ کی شریعت بھی بعض خاص احکام کے علاوہ اس کے مطابق رکھی گئی (۹۳)۔ ان آیات کے حوالہ سے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں تمام

زرعی اور جزوی احکام میں انبیاء سابقین کا طریق کار اختیار کرنے کا حکم نہیں، بلکہ اصول دین توحید، رسالت آخرت میں ان کا طریق کار اختیار کرنا مقصود ہے۔ باقی فروعی احکام جن میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ان میں بھی طریقہ کار مشترک رہا اور جن میں حالات کے بدلنے کی وجہ سے بتقاضائے وقت وحکمت کوئی دوسرا حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی گئی"(۹۴)۔

وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (۹۵)۔

اور ہم نے ان (یہود) پر اس (توراۃ) میں یہ بات فرض کی تھی کہ اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل کرے یا زخمی کرے اور صاحب حق دعویٰ کرے تو جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت کے اسی طرح خاص زخموں میں بھی بدلہ ہے (۹۶)۔ آیت ۴۸ میں حضور ﷺ کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں تورات وانجیل کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اوران کا محافظ بھی ہے۔ اور آج تورات وانجیل کی اصل تعلیمات قرآن ہی کے ذریعہ دنیا میں باقی ہیں (۹۷)۔

ان آیات کی تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تو یہود کے اس حکم کو باقی رکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں کے بعض احکام فقہ اسلامی کا ماخذ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح بعض اہل علم نے مرتد کے لئے قتل کی سزا پر سورۃ بقرہ میں بنواسرائیل کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حکم دیا: فاقتلوا انفسکم (۹۸)۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت پر یہ تفسیر فرمائی ہے۔

"ان کی توبہ کے لئے یہ طریق تجویز فرمائی کہ مجرم لوگ قتل کئے جائیں، جیسا ہماری شریعت میں بھی بعض گناہوں کی سزا باوجود توبہ کے بھی قتل و جان ستانی مقرر ہے۔ مثلاً قتل عمد کے عوض قتل اور ثبوت زنا بالشہادت پر رجم (۹۹)۔ اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں میں بعض احکام اسلامی فقہ کے ماخذ تصور کئے جاتے ہیں۔

تعامل: صحابہ کا تعامل حجت ہے اور اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا عمل درآمد ہے فقہاء نے قانون کے مرحلہ میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے اور اس کو "سنت" میں شمار کرکے بطور ماخذ استعمال کیا ہے۔ موالک کے نزدیک تعامل اہل مدینہ تشریع دفعہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے۔ تعامل سے فقہائے مدینہ کا تعامل مراد ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ فقیہ اور غیر فقیہ کی اس میں کوئی قید نہیں ہے جس امر پر بھی مدینہ کے لوگ جمع ہوجائیں وہ حجت ہے (۱۰۰)۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ مدینہ میں آنحضرت کی زندگی کے تیرہ برس گزرے ہیں، اسلام نے یہیں تقنین واحکام کی پہلی اینٹ رکھی ہے، اور یہیں اس نے تکمیل واتمام کی عملی منزلیں طے کی ہیں اس لئے یہاں اہل مدینہ جس قدر دین کے مزاج شناس ہوسکتے ہیں، دوسرے نہیں اور مسائل دینیہ میں جتنا ان کا عمل لائق اعتماد ہوسکتا ہے، دوسروں کا نہیں (۱۰۱)۔ لیکن ایک طبقہ علماء مدینہ والوں کی اس خصوصیت کو تسلیم نہیں کرتا (۱۰۲)۔ شاہ ولی اللہ نے بھی اہل مدینہ کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے (۱۰۳)۔

''جب صحابہؓ اور تابعین کے اقوال کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تھے تو پھر عالم کے نزدیک اپنے مشائخ کا مذہب پسندیدہ ہوتا تھا۔......... اسی واسطے اہل مدینہ کے نزدیک حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ عبداللہ بن عباسؓ زید ابن ثابت کا مذہب اوران کے اصحاب' مثل سعید ابن مسیب جن کو حضرت عمر کے فیصلے اور ابوہریرہ کی احادیث خوب محفوظ تھیں اور مثل عروہ' سالم' عطا ابن یسار' قاسم' عبیداللہ بن عبداللہ' زہری' یحیٰی بن سعید' زید ابن اسلم' اور ربیعہ کا مذہب اختیار کرنا دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے مدینہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کا مرکز رہا ہے(۱۰۴)۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں ہی حضور کا یہ فرمان بھی نقل فرمایا ہے کہ ''عنقریب لوگ تحصیل علم کے لئے سفر کریں گے۔ لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ کسی کو واقف نہ پائیں گے(۱۰۵)۔''

<u>مسلمہ شخصیتوں کی آراء:</u> شاہ ولی اللہ کے اس فرمان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تعامل مدینہ میں صحابہؓ کے علاوہ تابعین کے اقوال' فتاویٰ' ثالثی وعدالتی فیصلے' سرکاری وغیر سرکاری ہدایات کو فقہ اسلامی کی تشکیل میں بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن مرکزی حیثیت مرویات صحابہ کو ہی حاصل ہوگی۔ حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔

''میرے صحابہ مثل ستاروں کی ہیں ان میں سے جن کی اقتداء کرلوگے' ہدایت مل جائے گی'' قرآن مجید میں متعدد آیات مناقب صحابہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس(۱۰۶)۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے ایمان کی تعریف اور قبولیت کا اعلان فرمایا ہے' حافظ محمد اقبال رنگونی نے اپنے مضمون' مناقب صحابہؓ'' قرآن کے آئینہ میں'' تفسیر عزیزی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے

''یعنی جس طرح حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان وعلی رضوان اللہ علیہم کا ایمان ہے اسی طرح کا ایمان مطلوب ہے(۱۰۷)۔'' شاہ ولی اللہ نے ''مناقب'' کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ جنت کے تمام دروازوں سے بلائیں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمان نبوی منقول ہے کہ ''میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے''(۱۰۸)۔ سورۃ بقرہ ہی میں یہ آیت قابل توجہ ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا(۱۰۹)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نجات وفلاح کا ایک اصول بیان فرما کر صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار بتلایا کہ اگر کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ابدی کامیابی کے مستحق ہوجائیں تو انہیں چاہیے کہ صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ایمان لے آویں تو ہدایت حاصل ہوجائیگی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں(۱۱۰)۔

(جاری ہے)

جناب بلال عبدالحئی حسنی ندوی

عالمی حالات میں دینی مدارس کا کردار

اسلام دشمن طاقتوں نے شاید یہ حقیقت سمجھ لی ہے کہ جب تک مدارس باقی ہیں اس وقت تک مسلمان باقی ہیں، ان طاقتوں نے یہ بھی سمجھ لیا ہے کہ مسلمان مدرسوں سے ایسے مربوط ہیں کہ ان کو مدرسوں سے الگ کرنا دشوار ترین کام ہے، اس کا تجربہ کر کے وہ دیکھ چکے ہیں، وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مدارس پر براہِ راست اٹیک بھی نہیں کیا جاسکتا، مسلمانوں کے لیے اس کا برداشت کرنا مشکل ہے اور شاید اس سے بات اور بگڑ جائے، اس لیے انہوں نے اس کی نئی حکمتِ عملی اختیار کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ مدارس کو ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے، مدرسوں کے نام باقی رہے لیکن وہ اپنی افادیت کھودیں، سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

اس حکمت عملی کو لے کر کھلے دشمن بھی ہمارے سامنے ہیں اور وہ مار آستین بھی ہیں جو ہمہ وقت ڈسنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یورپ و امریکہ نے ایک ایسی نسل تیار کر دی ہے جو خالص مغربی ذہن رکھنے والی ہے، ان کی ایسی تربیت کی گئی ہے کہ اس کے علاوہ سوچنے پر تیار نہیں، بعض نام نہاد ''علماء'' بھی ان کے لئے میں لئے ملانے لگے ہیں، ایک ''خود ساختہ عالم'' نے تو انتہاء کر دی اور انکے قلم سے ایسے جملے نکل گئے کہ کسی عام مسلمان کے بارے میں اس کا تصور مشکل تھا، چہ جائیکہ ایک عالم اور مفکر کے قلم سے، یہ بات نقل کرنے کی نہیں لیکن اس سے مغرب زدہ بلکہ عیسائیت زدہ ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اب نظام بدلنے کی ضرورت ہے، اب کسی حد تک ''یورپین ماڈل'' اختیار کرنا چاہئے تا کہ مسلمان دنیا کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر چل سکیں۔ یہ بات انہوں نے ڈھکے چھپے نہیں بلکہ کھلے لفظوں میں لکھ دی ہے، ان کے نزدیک اسوۂ رسول ﷺ کے حدود ہیں، آگے اور بھی ضرورتیں ہیں ان کو سمجھنا چاہئے، کسی مدرسہ کا فاضل یہ نہیں کہہ سکتا، اچھی بات یہ ہے کہ موصوف خود ساختہ پرداختہ ہیں۔

اب تک یورپ نے ایسے لوگ تیار کیے تھے جو اپنی وضع قطع سے بھی خالص یورپین ہی دکھائی دیتے تھے اب اس نے ایسے لوگوں تک سیند لگائی ہے جو ظاہری طور پر چھطع مقطع نظر آتے ہیں۔

ایسے تمام لوگوں کو یورپ نے ایک ہی بولی سکھائی ہے اور وہ یہ کہ مدارس میں تبدیلی کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے معمولی تبدیلیاں تو ہوتی چلی آئی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی لیکن مدارس کے مزاج کو تبدیل کر دیا جائے اور اسکو دوسرے رنگ و آہنگ کے ساتھ جوڑ دیا جائے یہ مدارس کیلئے ازالۂ حیثیت عرفی کے مترادف ہے۔

اسلام دشمنوں کی نئی حکمت عملی یہ ہے کہ مدارس کو ان کے اس مقصد سے پھیر دیا جائے، تا کہ اسلام کے مضبوط

قلعہ میں شگاف پڑ جائے، اس کے لیے انہوں نے مختلف حربے اختیار کیے ہیں، کہیں وہ مال کی لالچ دے کر نظام تبدیل کرنے کے خواہاں ہیں، اور بڑی ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر وہ اپنی بات کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں، کہیں ان کو دہشت گردی کا اڈہ بتا کر اس سے کھلواڑ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بات میڈیا میں اس زور کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ اچھے اچھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں، کہیں کہیں اس کے لیے ایسی شکلیں اختیار کی جاتی ہیں کہ تنگ آمد بجنگ آمد کی مثل صادق آتی ہے اور پھر ان پر تنگ نظری اور شدت پسندی کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اہل مدارس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ ایک طرف ان کو پورے صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنا ہے اور دوسری طرف اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس کے کردار کو متاثر نہ ہونے دیا جائے، مدارس کے سامنے جو اصل مقصد ہے وہ ہمیشہ پیش نظر رہے اور اس کے لیے بہتر سے بہتر تدبیریں اختیار کی جائیں۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ اندرونِ خانہ ایسی کوئی بات نہ سامنے آئے جو شماتتِ اعداء کا ذریعہ بنے اس کے لیے بڑی احتیاط اور قدرے زہد کی ضرورت ہے۔

مدارس کا شروع سے اپنا ایک مزاج تھا جس میں خاص طور پر صبر و ضبط اور زہد و تقویٰ کی آمیزش تھی، دارارقم ہو یا صفۂ نبوی ﷺ، ان کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تعلیم اور تزکیہ دونوں چیزیں شانہ بشانہ چل رہی تھیں، یہاں وہی لوگ آتے تھے جو کچھ سوچ چکے ہوتے تھے ورنہ ؎

جس کو ہو جان و دل عزیز — اس کی گلی میں جائے کیوں

مدارس میں انہی لوگوں کا کام ہے جو یہ یقین رکھتے ہوں کہ ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں — ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اگر ان ہی صفات کے ساتھ مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مدارس کو باقی رکھا جائے گا تو انشاء اللہ انہی مدارس سے وہ مطلوبہ صفات رکھنے والے علماء تیار ہوتے رہیں گے جن کی زمانہ کو ضرورت ہے جو زمانہ کی نبض پہچانتے ہیں اور حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں جن کے ضمیر کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، جن کی دنیا میں کوئی قیمت لگائی نہیں جا سکتی۔

ایک اہم ترین بات یہ ہے کہ ان خفیہ راستوں کو پہچاننے اور ان پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے جہاں سے مدارس اور اہل مدارس کو نشانہ بنایا جا رہا ہے ان کی کردار کشی کی جا رہی ہے اندرونِ خانہ داخل ہو کر اور مدرسہ کا لبادہ اوڑھ کر پورے نظام کو تہس نہس کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، معمولی اختلافات کو ہوا دے کر تفرقہ اندازی کی جا رہی ہے اور ان کو مختلف صفوں میں بانٹا جا رہا ہے۔ اگر اہل مدارس اور علماء نے ان سازشوں کو نہ سمجھا اور ان کو بے نقاب کرنے کی انتھک کوششیں نہ کیں تو صرف مدارس ہی نہیں بلکہ اس ملک میں خاص طور پر مسلمانوں کے وجود کو خطرہ ہے، اس لیے ایک طرف عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ طبقۂ علماء اور مدارس پر اعتماد کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور دوسری طرف اس سے بڑی ذمہ داری علماء و اہل مدارس کی ہے کہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ مدارس کو اسی مزاج کے ساتھ قائم رکھیں جو اس کا امتیاز ہے اور لاشعور میں بھی ایسی سازش کا شکار نہ ہونے پائیں جس کا نقصان پوری امت کو بھگتنا پڑے۔

جناب عبدالرحمٰن پٹنوی
متعلم تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند

اردوزبان وادب کے فروغ میں علمائے دیوبند کا کردار

<u>حاجی امداداللہ صاحب — شیخ طریقت اور صاحب طرز ادیب</u> انیسویں صدی کی عہد آفریں شخصیت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے پیر طریقت، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مرشد ہدایت، سلوک وبیعت میں عرب وعجم کے استاذ، دارالعلوم دیوبند کے مخلص ومحافظ، ملک وملت کی نابغۂ روزگار ہستیوں کے مرجع ومرکز، اخلاص وللٰہیت کے پیکر، درویش وفاقہ کش، زمزمہ سنج وبادہ کش، شیخ المشائخ، سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۱۷ھ-۱۸۹۹ء) کی ذات گرامی نے جہاں علم وعرفان، رشد وہدایت، سلوک وبیعت، شریعت و طریقت اور مے خانۂ تصوف سے ہزاروں رندوں کو سیراب کیا وہیں شعروشاعری کی بزم بھی سجائی ہے اور اپنی عمل پذیر شاعری کے ذریعہ شعراء وادباء کی مجلس میں ایک امتیازی شان اور الگ پہچان بنائی ہے۔

<u>حاجی صاحب کے سر اولیت کا تاج</u> اردوشعراء کے مشہور تذکرہ نویس ''محمد حسین آزاد'' نے ''ولی دکنی'' کو شعراء کا ''باوا آدم'' کہا ہے، اور سب سے پہلے صاحب دیوان ہونے کے باعث ان کے سر اولیت کا تاج رکھا ہے، اسی طرح علمائے دیوبند میں شعروشاعری کے میدان میں پہل کرنے، اردو کی تعمیر وترقی میں پیش پیش رہنے؛ بلکہ دیوبندی حلقے میں زبان وادب کی داغ بیل ڈالنے کا سہرا اگر حاجی صاحب کے سر باندھا جائے تو بالکل برمحل اور ''انگوٹھی میں نگینہ'' کے مترادف ہوگا۔ اس بات کو حقیقت سے منطبق کرنے کیلئے آیئے ''حیات امداد'' کا ایک پیراگراف پڑھتے ہیں، پروفیسر انوارالحسن انور شیرکوٹی لکھتے ہیں: ''حاجی امداداللہ صاحب شعراء وعلمائے دارالعلوم دیوبند کے ''ولی'' یا ''باوا آدم'' تھے، ان کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں کی شاعری سے شوق ودلچسپی اور ذوق تھا''۔(۱)

کچھ ان ہی ملے جلے الفاظ میں عبداللہ قاسمی صاحب اس مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں:

''جس طرح ولی دکنی کو شعراء کا باوا آدم کہا جاتا ہے اور سنجیدہ تعبیر میں جس طرح ولی دکنی کو اولیت کا تاج پہنایا جاتا ہے، اسی طرح حضرت حاجی صاحب علمائے دیوبند کے قافلے میں ولی دکنی ہیں جو نظم ونثر، فارسی، اردو میں مقام اولیت رکھتے ہیں''(۲)

پروفیسر صاحب اور عبداللہ قاسمی صاحب کی اس عبارت سے بہ خوبی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شعرو

شاعری کے حوالے سے علمائے دیوبند میں اگر کوئی اس رتبۂ بلند کا مستحق اور تمغۂ اولیت حاصل کرنے کے قابل ہے تو بلاشبہ وہ حضرت حاجی صاحب کی ذات گرامی ہے اور بجا طور پر آپ ہی کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جسے مل گیا
ہر اک کا نصیب یہ بخت رساں کہاں

اس گفتگو کے بعد راقم سب سے پہلے آپ کی نثر نگاری پر روشنی ڈالتا ہے کہ آیا آپ نے اپنے قلم کا رخ صرف شعر و شاعری کی طرف کیا ہے یا نثر نگاری کی طرف بھی توجہ دی ہے اور اہل ذوق کی تسکین کے لیے کچھ نثری سرمایہ چھوڑا ہے۔

آپ کی نثر نگاری عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں آپ کو مکمل دسترس و قدرت حاصل تھی، آپ نے نثر و نظم دونوں پہلوؤں پر خامہ فرسائی کر کے اہل ذوق کے واسطے ادبی غذا فراہم کی ہے، آپ کی تحریر انتہائی سلیس و سادہ اور تصنع سے بالکل پاک و صاف ہوتی، جملے اس قدر رشستہ اور رواں کہ... ''پڑھیئے اور سر دھنئے'' متانت بیان، سنجیدگی کلام، جدت و ندرت، سادگی و پرکاری آپ کی تحریر کی خاص خوبی ہے۔

راقم کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ اس کے اس نظریئے میں کتنی سچائی ہے؟ اس کا صحیح اندازہ آپ کی تحریریں پڑھنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے؛ اس لیے دعویٰ کی دلیل اور عندیئے کی تائید و توثیق کے لیے ذیل میں آپ کے نثری نمونے سپرد قرطاس کیے جاتے ہیں جس سے قارئین از خود فیصلہ کر لیں گے کہ نثر نگاری میں آپ کا مرتبہ اور درجہ کیا ہے؟

یوں تو نثر نگاری کی بیشتر صنفیں ہیں: داستان، ناول، افسانہ، ڈرامہ، سفرنامہ اور انشائیہ وغیرہ وغیرہ، مگر ان میں بعض قسمیں وہ ہیں جو ایک حقیقت پسند کی شایان شان نہیں، بنابریں حاجی صاحب سمیت قابل ذکر علمائے دیوبند میں سے کسی نے بھی ان صنفوں کو ہاتھ... لگایا ہے اور نہ ہی ان کے ادبی ذخیروں میں اس کے نمونے ملتے ہیں؛ البتہ سوانح عمری، سفرنامہ اور انشائیہ وغیرہ کو ان حضرات نے اپنی تحریروں میں جگہ دی ہے، جن کے نمونے بہ کثرت موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں مکتوبات کا ایک لامتناہی سلسلہ ملتا ہے؛ اس لیے نمونے کے ذکر میں سب سے پہلے آپ کے مکتوب کے چند ادبی شہ پارے ہوں گے پھر اردو اور فارسی کے نثری نمونے، بعد ازاں آپ کا شاعرانہ مقام، شعر و سخن سے دلچسپی، آپ کی شاعری کا رنگ و آہنگ جیسے کلیدی عناوین پر روشنی ڈالی جائے گی۔ پیش ہے مکتوب کے چند ادبی شہ پارے:

مکتوب کے چند ادبی شہ پارے خطوط نویسی اردو نثر کا بہترین سرمایہ اور اہل قلم کی ادبی تخلیقات کا اصلی نمونہ ہے؛ کیونکہ جب کوئی اپنے عزیز کے نام خط لکھنے بیٹھتا ہے تو اپنے خیالات کو انتہائی سادے اور سلجھے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے، اپنی ہر بات عام فہم اور سلیس زبان میں پیش کرتا ہے کہ جو دل میں آیا لکھ دیا، جو نوک قلم پر آیا

اسے قید تحریر میں لے آیا، بروقت جو الفاظ آئے انھیں جوڑ دیا، عبارت آرائی سے بالکل کام نہیں لیتا، عامیانہ اسلوب میں اپنے مافی الضمیر کی ترجمانی کرتا چلا جاتا ہے۔

اس کے برعکس جب کوئی مضمون نگار یا مقالہ نویس لکھنے بیٹھتا ہے تو اسے پورا احساس ہوتا ہے کہ اسے بہتیرے لوگ پڑھیں گے، بعض اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بعض تنقیدی نظر سے، اہل فن بھی اس کا مطالعہ کریں گے اور غیر اہل فن بھی، دوست و احباب بھی دیکھیں گے اور ناقدین وحاسدین بھی؛ اس لیے مضمون نگار اپنی تحریر کو ''خوب سے خوب تر'' بنانے کی پوری کوشش کرتا ہے، جس کی وجہ سے تحریر میں کچھ نہ کچھ تکلف وتصنع کی بو آہی جاتی ہے؛ جبکہ خط لکھنے والا ان تمام پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے، اس کے سامنے کسی قسم کے احتیاط کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔

گذشتہ تحریر کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ خط میں ہوتا ہے وہی زبان وادب کا صحیح مرقع اور اصلی نمونہ ہوتا ہے، اس تمہید کے بعد ذرا حاجی صاحب کا مکتوب پڑھیے اور آپ کی تحریری مہارت وخوبی کی داد دیجئے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''فقیر خیریت سے ہے اور آپ کی خیریت خدا تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہے، قبل ازیں آپ کی خدمت میں اپنی خیریت وکیفیت تحریر ہوچکی، انشاء اللہ خط پہونچا ہوگا، روز بہ روز ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور دل بہت گھبراتا رہتا ہے، آپ دعائے حسنِ خاتمہ فرمائیں۔'' (۳)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے نام ہی ایک دوسرے خط میں اپنی بیماری وکمزوری اور احوال سے باخبر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فقیر کو ضعف ونقاہت بہت ہے، نگاہ بھی بہت کم ہوگئی ہے، خط لکھنے پڑھنے سے معذور ہے چارپائی پر نماز پڑھتا ہے، پیروں سے کھڑا ہوا نہیں جاتا، غرض پابہ رکاب ہے، سب وجہ سے دعا کا محتاج ہے کہ خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے''۔ آمین (۴)

مذکورہ بالا تحریروں میں سلاست وروانی اور سادگی کے ساتھ زبان وادب کی جس قدر حلاوت وچاشنی ہے اسے اہل فن خوب سمجھتے ہیں، خاص طور سے مکتوب کے یہ جملے: ''چارپائی پر نماز پڑھتا ہے، پیروں سے کھڑا ہوا نہیں جاتا، غرض پابہ رکاب ہے، سب وجہ سے دعا کا محتاج ہے''۔ الفاظ کا برمحل استعمال، اسلوب بیان کے اچھوتے پن، چست ترکیب، جملوں میں باہمی ربط وترتیب، فکر کی پاکیزگی اور عبارت کی رعنائی وبرنائی کے سبب اپنے اندر وہ لطافت وکشش رکھتے ہیں کہ اہل فن ''آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا کلمہ پڑھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

کچھ نمونے تصنیفی عبارت کے

نثر نگاری میں آپ کا کیا مقام ہے؟ خط کی تحریروں سے یہ بات بالکل آشکارا ہوجاتی ہے لیکن چونکہ مستقل تصنیف اور خطوط کی عبارت میں نمایاں فرق ہوتا ہے (جس کی قدرے تفصیل ماقبل

میں گذری) اس لیے آپ کی تصنیف سے اردو فارسی کے نمونے نقل کیے جاتے ہیں پہلے اردو نمونہ ملاحظہ فرمائیں، ''ارشادِ مرشد'' میں مراقبہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دوزانو نمازی کی طرح سر جھکا کے بیٹھے اور دل غیر اللہ سے خالی کر کے حق سبحانہ کی حضوری میں حاضر رکھے، اول اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کے تین بار اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ معی یعنی زبان سے تکرار کر کے پھر مراقب ہو کر ان کے معنوں کا دل سے ملاحظہ کرے اور تصور کرے یعنی جانے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حاضر وناظر میرے پاس ہے، اس جاننے میں اس قدر خوض کرے اور مستغرق ہو کہ شعور، غیر حق کا نہ رہے یہاں تک کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔ اگر ایک آن بھی اس سے غافل ہوا مراقبہ نہ ہوا''۔ (۵)

فارسی نمونہ　　جس طرح اردو زبان میں حاجی صاحب کامل دست گاہ رکھتے تھے اسی طرح فارسی زبان پر بھی آپ کو پوری گرفت حاصل تھی، ویسے تو آپ کی نظموں کا زیادہ تر ذخیرہ اردو میں ہے؛ لیکن نثر کا بیشتر حصہ فارسی میں ہے، اس لیے آپ کی تحریر کا فارسی نمونہ بھی ذکر کرتے چلتے ہیں، تلاوت قرآن کے آداب، فضائل اور اس کے فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بداں کہ تلاوت قرآن افضل عبادت است، وکدام طریق برائے تقرب الی اللہ سوائے فرائض بہتر از تلاوت قرآن نیست پس آداب واستحباب او آں است باخلاص تمام باطہارت کامل رو بہ قبلہ باترتیل وخشوع وتحزن بعد از اعوذ باللہ وبسم اللہ بملاحظہ آنکہ کلام با خدا می کنید وگویا اورا می بیند واگر نتواند بداند کہ او مرا بیند، وبا وامر ونواہی مرا حکم می فرماید، وبرآیت بشارت فرحاں وبرآیت وعید ترساں وگریاں باشد وبہ جہر والحان وخوش کہ موجب جمیعت خاطر ورفع غفلت است، بخواند وایں عام است وطریق خاص آنکہ...''(۶)

(سمجھو کہ قرآن کریم کی تلاوت عبادتوں میں افضل ہے اور تقرب خداوندی کے واسطے، فرائض کے سوا قرآن کی تلاوت سے بہتر اور کوئی نہیں، اس لیے اسکے آداب ومستحبات یہ ہیں کہ پورے اخلاص اور پوری طہارت کے ساتھ قبلہ رو ہو کر، ٹھہر ٹھہر کر عاجزی کے ساتھ اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد اس خیال سے پڑھے کہ خدا کے سامنے باتیں کر رہا ہے گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت نہ پیدا ہو تو کم از کم یہ ضرور سمجھے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور امر ونواہی کا حکم دے رہا ہے، اور خوش خبری کی آیت پر خوش اور سزا کی آیت پر خوفزدہ اور روتا ہوا ہونا چاہئے اور جہر خوش الحانی سے جس سے دل کو اطمینان اور غفلت دور ہو، اس طرح قرآن کریم پڑھے، تلاوت قرآن کا یہ عام طریقہ ہے لیکن خاص طریقہ یہ ہے کہ... اس کے بعد آپ نے تفصیل سے خاص طریقے کو بیان فرمایا ہے۔)

ان تحریروں کے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ زبان چاہے کوئی بھی ہو فارسی ہو یا اردو تمام میں متانت و سنجیدگی اور لطافت وسادگی کے ساتھ زبان وادب کی پوری پوری چاشنی ہے، چنانچہ دقیق علمی باتوں کے لیے آسان اور

دلکش پیرایہ بیان، تفصیل طلب مضمون کے واسطے مختصر اور سہل اسلوب و انداز، پرمغز و پر معانی الفاظ، غرضیکہ زبان وادب کی شریعت میں واجب ہونے والی تمام چیزوں کی رعایت آپ کی تحریر میں موجود ہے۔

حاجی صاحب اور شعر و شاعری کتابوں کی ورق گردانی اور آپ کی سوانح حیات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا قلم زیادہ تر شعر وسخن کی طرف رواں ہوا ہے، آپ کی بیشتر توانائی ادب کی اسی دوسری قسم پر صرف ہوئی ہے: بنا بریں آپ کے شعری مجموعے تو بہ کثرت ملتے ہیں؛ لیکن نثری ذخیرہ کا دامن تنگ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ''ارشاد و مرشد''، ''فیصلہ ہفت مسئلہ''، ''ضیاء القلوب''، ''وحدۃ الوجود''، عزیزوں کے نام چند خطوط، بس یہی آپ کی نثر نگاری کا سارا ذخیرہ ہے، تاہم جو کچھ بھی ہے، جتنا بھی ہے، جس قدر بھی ہے، ادبی شہ پارہ کی حیثیت رکھتا ہے، زبان وادب کے مسافروں کیلئے نشان راہ بننے کے قابل ہے۔

شعر وسخن سے دلچسپی شروع ہی سے شعر و شاعری آپ کی دلچسپی کا فن رہا ہے، اس کے باوجود کبھی بھی آپ نے شاعری کو نام نہاد اور مال و دولت کے پجاری شعراء کی طرح اپنا مقصد حیات اور ذریعہ معاش نہیں بنایا، عربی فارسی، اردو تینوں زبانوں میں آپ بلا تکلف اشعار کہتے، آپ کے اشعار انتہائی معنی خیز، سادگی کے باوجود، تصوف کا رنگ لیے ہوئے، تمثیلات وتخیلات سے پر ہوتے، تشبیہات و کنایات کی فراوانی ہوتی، شعراء کے یہاں آپ کی شاعری کو جو پذیرائی حاصل ہے اس کی روشنی میں بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ شعر و شاعری میں آپ کو ''غالب''، ''مومن'' اور ''اقبال'' کا درجہ حاصل تھا۔ ''گلزار معرفت''، ''مثنوی مولانا روم''، ''غذائے روح''، ''جہاد اکبر''، ''دردنامہ غم''، ''مرقومات امدادیہ'' وغیرہ شعری مجموعے آپ کی ادبی وشعری ذوق کا بہترین شاہ کار اور آئینہ دار ہے۔

آپ کا تخلص کیا تھا؟ آپ کا تخلص امداد ہے، یہ تخلص آپ کے نام کا جز بھی ہے، اگر چہ تاریخ میں آپ کا نام خدا بخش بھی ملتا ہے؛ لیکن آپ اس نام سے مشہور نہ ہوئے؛ بلکہ امداد اللہ کے نام سے جانے گئے اور آج بھی علمی حلقے میں اسی نام سے متعارف ہیں۔ ''گلزار معرفت'' جو آپ کی غزلیات کا ایک مختصر اور نادر نمونہ ہے، اس میں بعض اشعار ایسے ہیں جن سے آپ کا تاریخی نام اور تخلص دونوں کا پتہ چلتا ہے، ایک غزل میں آپ لکھتے ہیں:

ہم نہ شاعر ہیں، نہ ملا ہیں، نہ عالم ہیں ولے	رکھتے ہیں ہر باب میں اللہ سے امداد ہم
اے خدا بخش اس زمین میں لکھ غزل اک اور تو	تا کہ جانیں شعرگوئی میں تجھے استاذ ہم (۷)

اسی قافیے اور ردیف میں ایک دوسری غزل لکھتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تخلص امداد تھا، غزل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہے نہ یہ شعر وغزل ہے اپنی مجذوبانہ بڑ	بڑ نہیں یہ مشق کو کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم
ڈر ہے کیا فوج گنہ سے، ہے خدا بخش اپنا نام	اور تجھ پر رکھتے ہیں اللہ کی امداد ہم (۸)

پہلی غزل کا دوسرا مصرعہ ''رکھتے ہیں ہر باب میں اللہ سے امداد ہم'' اسی طرح دوسری غزل کا چوتھا مصرعہ ''اور تجھ پر رکھتے ہیں اللہ کی امداد ہم'' ان دونوں مصرعوں سے نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تخلص امداد تھا۔

آپ کی شاعری کا رنگ و آہنگ: رہ گئی بات یہ کہ آپ نے شاعری کس سے سیکھی؟ اس فن میں آپ کا استاذ کون ہے؟ آپ نے کس کی پیروی کی ہے؟ ان سب جملوں کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس فن میں آپ نے کسی کی پیروی کی ہے نہ کسی کو اپنا استاذ بنایا ہے؛ بلکہ آپ کا اپنا ایک فطری مذاق تھا، ایک دھن اور جوش و جذبہ تھا جس کی بنیاد پر آپ شعر کہتے اور دل میں پیدا ہونے والے خیالات کی ترجمانی منظوم کلام کے ذریعہ کرتے۔ آپ کی شاعری میں کسی کی جھلک آجائے، کسی کا لب ولہجہ چھلک پڑے، کسی کے کلام سے یکسانیت پیدا ہوجائے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ نے ان کی پیروی کی ہے یا ان کو اپنا استاذ مانا ہے؛ بلکہ اسے ایک امر اتفاقی کہا جائے گا اور بس، سچی بات بھی یہی ہے کہ اصول شاعری میں آپ کا کوئی استاذ نہیں جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو، پروفیسر انوار الحسن انور لکھتے ہیں:

''راقم الحروف پوری تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آپ کا شاعری میں کوئی استاذ نہ تھا، طبیعت میں شاعری کا چشمہ ابلا اور بہہ پڑا، جس طرف کو بہا اسی رخ بہنے دیا اور جس طرح بہا اس کو اسی طرح چلنے دیا، کسی سے اصلاح لینے کی اپنے خیال میں ضرورت نہ سمجھی، کیونکہ کچھ کہنے سے ان کا مدعا شاعری نہ تھی بلکہ دل کے جذبات کی کیف مافی الضمیر ترجمانی تھی البتہ ''جائے استاذ خالیست'' کا نظریہ اگر درست ہے اور یقیناً درست ہے تو استاذ کی رہبری سے شاعری کے خط وخال سنور جاتے ہیں بشرطیکہ کسی کا مدعا اس کے چہرے کو نکھارتا ہو، بسا اوقات فطری طور پر ایسے شاعر بھی گذرے ہیں کہ جنھوں نے زندگی بھر کسی کو استاذ نہیں بنایا؛ لیکن وہ اسے زندگی کا مشغلہ بنائے رہے اس لیے وہ بہ ہمہ وجود آسمان شعر وسخن کے آفات بن کر چمکے۔ آخر غالب کا بھی تو کوئی استاذ نہ تھا جس سے شعر وسخن میں انھوں نے اصلاح لی ہو لیکن اس کا مقام اتنی بلندی پر پہنچا کہ اس فن کا امام بن گیا''۔(۹)

ضابطہ مسلم ہے کہ کسی بھی فن میں کمال استاذ کی رہنمائی کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے؛ لیکن بعض مقامات پر اس ضابطے سے استثنائی صورت بھی نکالنی پڑتی ہے؛ کیونکہ انسان اگر جوہر شاعری اور فطری ذوق کے ساتھ قدیم شعراء کے کلام پر گہری نگاہ، ترکیب پر مکمل گرفت اور کامیابی کے ساتھ جوش وتخیل کی گھاٹیوں کو عبور کرنے کی صلاحیت ولیاقت رکھتا ہے تو پھر استاذ کے بغیر بھی ''خدائے سخن'' اور ''پیغمبر فن'' بن جاتا ہے اور بڑی تیز گامی کے ساتھ اس میدان میں سفر کرنے لگتا ہے حتی کہ عزت وعظمت اور قدر ومنزلت کی تمام تر بلندیاں اس کے حصے میں آجاتی ہیں، جیسا کہ غالب کے یہاں ہوا، حاجی صاحب میں جو کمال وخوبی ہے، شعر وشاعری کے حوالے سے آپ کا جو مقام ومرتبہ ہے اس میں کسی کا کچھ عمل دخل نہیں؛ بلکہ یہ محض آپ کا فطری ذوق اور شوق ودلچسپی کا نتیجہ ہے۔

اصناف سخن　　آپ نے اصناف سخن کے اکثر صنف پر طبع آزمائی کی ہے، نعت ہو یا غزل، تاریخی مادے ہوں

یا قصائد ومراثی، ہر صنف کو ہاتھ لگایا ہے اور شاعری کی ہے، کبھی آپ نے مالک رب دو جہاں کی حمد وتعریف اور اس کی عظمت وکبریائی بیان کی ہے تو کبھی خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پہ حاضر ہو کر صلاۃ وسلام اور عقیدت ومحبت کے گلدستے پیش کیے ہیں، کبھی تاریخی حقائق کی پردہ کشائی کی ہے تو کبھی اکابر واسلاف کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا ہے، مختصر یہ کہ ہر موضوع کو اپنایا ہے، ہر صنف کی طرف توجہ دی ہے، ہر بحر میں شاعری کی ہے، بہ طور نمونہ ہر صنف کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔

حمد باری مالک کن فکاں کی ذات ہی سارے جہاں کا پالنہار ہے، چرند وپرند، انس وجن، شاہ وگدا، صاحب دولت وثروت، ارباب سلطنت وحکومت، مفلس وفاقہ کش ہر ایک کا حاکم ومالک خدا ہی ہے، بے کسوں کا سہارا، کمزوروں کا ناصر وحامی، لاچاروں کی دستگیری ورہنمائی محتاجوں کی حاجت روائی ومطلب برآری وہی قادر مطلق کرسکتا ہے۔ حاجی صاحب اسی مفہوم کو اپنے شاعرانہ اسلوب میں یوں بیان کرتے ہیں:

اے میرے معبود، اے میرے الٰہ ہے تو ہی مقصود دل بے اشتباہ
اے میرے محبوب، اے میرے حبیب ہوں غم دوری سے مرنے کے قریب
ہجر سے زیادہ مصیبت کچھ نہیں اس سے بہتر ہے کہ مرجاؤں کہیں
یا الٰہی تو ہے خلاق دوجہاں مالک دارین وشاہ انس وجاں
گرچہ دو عالم سے تو ہے بے نیاز لیک بے چاروں کا تو ہے چارہ ساز
دستگیر بے کساں ہے تیری ذات
مستغیث عاجزاں ہے تیری ذات (۱۰)

محبت وفداکاری کے چند منظوم نقوش مولائے کل، دانائے سبل، فخر الرسل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا دم بھرنے والے، سرکار بطحا کی ذات سے وارفتگی وشیفتگی کا دعوی کرنے والے، بارگاہ رسالت میں عقیدتوں کا گلدستہ سجانے والے تو بہت ہیں، لیکن اپنے پہلو میں واقعی عشق کی کسک، محبت کا درد اور سوز دروں محسوس کرنے والے خال خال ملیں گے، مگر ذرا حاجی صاحب کا انداز دیکھئے، کس سوز وگداز، فکر وتڑپ، تواضع وکم مائیگی، بے بضاعتی وبے سوادی اور جذبۂ فداکاری وجاںنثاری کے ساتھ، محبت میں ڈوب کر اپنے جذبات وخیالات کی ترجمانی کرتے ہیں:

کرکے نثار آپ پر گھر بار یارسولؐ اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یا رسولؐ
ذات آپ کی تو رحمت وشفقت ہے سربسر میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسولؐ
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ (۱۱)

حضور پرنورؐ کی سچی اور کامل محبت سے دامن دل بھر کر بارگاہ رب العزت میں اس طرح مناجات کرتے ہیں:

مجھے اپنی الفت کے قابل بنا سوا اپنے ہر شی کو دل سے بھلا
میں دنیا میں آیا تو گریاں ہی تھا سوا میرے ہر ایک خنداں ہی تھا
جو دنیا سے جاؤں خوشیاں کرو سبھی ہو ویں گریاں اور میں خنداں رہوں
ملائک میرے پاس رحمت کے ہوں یہ سامان یارب عنایت کے ہوں
تیرا بندہ ہوکہ میں جاؤں کہاں کروں دل کی حالت میں کس سے بیاں (۱۲)

حاجی صاحب اور غزل گوئی صنف شعر میں غزل ایک اہم صنف ہے، کسی شاعر کا اس وادی سے کامیاب ہوکر نکل آنا اس کے شاعرانہ کمال کی دلیل ہے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شعراء جب اس وادی میں قدم رکھتے ہیں تو ناکام ہوکر نکلتے ہیں، اپنے ممدوح کے حسن کا اس قدر اسیر ہوتے ہیں کہ ساری خوبیوں کا مرکز، تمام کمالات کا منبع اور حسن و جمال کی انتہا اسی کو سمجھ بیٹھتے ہیں، پھر اس کی تعریف وتوصیف میں اس درجہ رطب اللسان ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کے سوا دوسرے کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی حتی کہ محبوب حقیقی کو بھی بھول جاتے ہیں۔

مگر حاجی صاحب کا کمال دیکھئے کہ جب وہ غزل سرائی پر آتے ہیں تو رسمی غزل گو کے برخلاف، پیشہ ور شاعروں کے برعکس اپنا مخاطب ذات باری کو بناتے ہیں، عقیدت ومحبت کا اظہار محبوب حقیقی سے کرتے ہیں، ساری امیدوں کا مرکز خداوند عالم کو ٹھہراتے ہین، ساری خوشیوں کی انتہا اپنے پروردگار کی خوشنودی میں تصور کرتے ہیں، اسی سے لولگاتے ہیں، اسی کے آستانے پر جبیں سائی کرتے ہیں، اسی سے فریادرسی کرتے ہیں، ایک حمدیہ غزل میں لکھتے ہیں:

الٰہی یہ عالم ہے گل زار تیرا عجب نقش قدرت نمودار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں عجب تیری قدرت عجب کار تیرا
الٰہی عطا ذرۂ درد دل ہو کہ مرتا ہے بے درد بیمار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے میں تجھ سے ہوں یارب طلب گار تیرا (۱۳)

غزل گوئی میں حاجی صاحب کو خصوصی ملکہ اور کمال حاصل تھا، آپ کے کمال کا اندازہ ذیل کی غزل سے ہوتا ہے:

عرش بریں پہ آپ ہیں زیر زمیں ہوں میں ملنا کہاں سے ہوکہ کہیں تم کہیں ہوں میں
گر تخت حسن ناز پہ آپ ہیں جلوہ گر اقلیم عشق میں شہ مسند نشیں ہوں میں
مثل نظر ہے آپ کا آنکھوں میں میری گھر باوصف ایسے قرب کہ بس دور میں ہوں میں (۱۴)

یہ غزل فن شاعری کے معیار پر حاجی صاحب کی بہترین غزل قرار دی جاسکتی ہے، جس میں درد، سوز، چستی، جستگی، تخیل سب ہی کچھ موجود ہے۔ ایک اور غزل ملاحظہ ہو:

نہ دیکھا داغ دل گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا نہ دیکھا خار میں گل، خار کو دیکھا تو کیا دیکھا

تماشائے دو عالم ہے میرے دل دار کا کوچہ جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا برش تیغ نگاہ یار کو تم نے اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا ایک بھی تم نے اگر داغ جدائی کو فلک سے گرچہ لاکھ آزاد کو دیکھا تو کیا دیکھا
نظر جب کھل گئی اپنی جسے دیکھا اسے دیکھا نہ دیکھا آپ میں دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا (۱۵)

حاجی صاحب کی مذکورہ غزلوں کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں شاعرانہ استعداد کتنی پختہ اور رواں ہے، اور یہ غزلیں زبان کی صفائی، بندش کی چستی، خیال کی بلندی اور جذبات کی پاکیزگی کے کیا ہی بہترین نمونہ ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ حاجی صاحب اپنے اشعار پر خود بھی ناز کرتے نظر آتے ہیں، چنانچہ آخر الذکر غزل کا مقطع ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

ہمارے شعر امداد الٰہی سے ہیں تک دیکھو گرچہ دفتر اشعار کو دیکھا تو کیا دیکھا

تھا اس میں جو گئی... (نمونہ مثنوی) اصناف سخن میں مثنوی، مثلث، رباعی اور مخمس بھی ہے، حاجی صاحب نے ان صنفوں میں بھی شاعری کی ہے، ذیل میں اس کے نمونے بھی نقل کیے جاتے ہیں۔ حضرت سری سقطیؒ آپ کا شمار اولیائے کرام میں ہے، ایک مرتبہ ایک بیمار خانے میں تشریف لے گئے جہاں مختلف قسم کے امراض میں مبتلا لوگ پڑے تھے، آپ ان مریضوں کو دیکھ رہے تھے، دریں اثنا آپ کی نظر حضرت تحفہ پر پڑی جو عشق حقیقی کی بھٹی میں جل کر کندن ہو رہی تھیں اس حیرت انگیز واقعہ سے سری سقطی نے جو اثر لیا اس کا نقشہ اور سراپا حاجی صاحب اس طرح کھینچتے ہیں:

تھا اس میں جو گئی اک سو نظر دیکھتا کیا ہوں کہ ایک رشک قمر
تازہ و پاکیزہ رو صاحب تمیز بالباس خوب و زیبا اک کنیز
چہرہ اس کا گویا ہے شمع حرم قامت اس کا گلبن باغ ارم
زلف اس کی دام راہ سالکان لعل لب .. اس کا ہے جان تشنگان
چشم اس کی چشمہ ہے فتنے کا باز خال اس کا تخم شوق پاک باز
اک طرف بیٹھی ہے جیسے شیر مست دیکھ کر اس کو ہوے غم میرے پست (۱۶)

حاجی صاحب نے ان اشعار میں جو گلکاریاں کی ہیں وہ یقیناً قابل ستائش ہے، کیونکہ ان میں روحانی اسرار بھی ہیں اور فلسفیانہ و حکیمانہ حقائق بھی، دلکش تعبیرات... ہیں اور خوبصورت تلمیحات بھی، جوش و ولولہ ہے اور دعوت فکر و عمل بھی، وعظ و نصیحت ہے اور درس عبرت بھی۔

تو اگر چاہے قبولیت دعا کے واسطے (نمونہ مثلث)

حاجی صاحب نے سلسلۂ چشتیہ کا شجرہ اپنے مثلث اشعار میں بیان کیا ہے، جس کا آغاز یوں کرتے ہیں:

تو اگر چاہے قبولیت دعا کے واسطے عرض کرنا شاہ یوں اول خدا کے واسطے

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے

ہے درود و نعت ختم انبیا کے واسطے اور سب اصحاب آل مصطفیٰ کے واسطے

فضل کر ہم پر الٰہی مجتبیٰ کے واسطے (۱۷)

ہے برا اچھا جو سمجھے آپ کو (نمونہ رباعیات)

رباعی شعر کی مشہور صنف رباعی بھی ہے جسمیں طویل مضمون کو چار مصرعوں میں ''دریا بکوزہ'' کی طرح سمودیا جاتا ہے، حاجی صاحب کے اشعار میں رباعیات بھی ہیں ایک موقع پر لکھتے ہیں

ہے برا اچھا جو سمجھے آپ کو اور بالا سب سے یہ کھینچے آپ کو

مردم دیدہ سے سیکھ امداد تو سب کو دیکھے اور نہ دیکھے آپ کو

بلاشبہ یہ رباعی شیخ عبداللہ انصاری درویش کامل کی حسب ذیل رباعی کا کامیاب ترجمہ ہے رباعی ملاحظہ ہو:

عیب است بزرگ. برکشیدن خود را وز جملہ برگزیدن خود را

از مردمک دیدہ بباید آموخت دیدن ہمہ کس را وندیدن خود را (۱۸)

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا (نمونہ مخمس) میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کی شان میں لکھتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ ...

تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست وپا

اے شہ نور محمد وقت سے امداد کا (۱۹)

کر سکے گا کیا کوئی وحدت... (نمونہ تضمین) حاجی صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مناجات کو اپنے کلام میں ملا کر بڑی آسانی کے ساتھ مخمس بنادیا ہے، نمونہ ملاحظہ ہو:

کر سکے گا کیا کوئی وحدت میں تیری قیل وقال عقل بحث، علت ومعلول ہیں راز وعلیل

أنت كافٍ في مُهِمّات وفي رزقٍ كفيل خُذ بلُطفك يا الهي مَن لهُ زادٌ قليل

مُفلسٌ بالصدق يأتي عند بابك يا جليل

خود بہ خود ہو جائیں گے یہ درد سارے دل سے دور جتنے مقصد ہی برآئیں گے الٰہی بالضرور ...

یہ تڑپ، یہ بیقراری فکر بے جا ہے قصور أنت شافي أنت كافي في مهمات الأمور

أنت حسبي، أنت ربّي لي نعم الوكيل (۲۰)

مذکورہ بالا تضمین سے حاجی صاحب کی قوتِ شعری اور قدرتِ سخن کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسروں کے

اشعار اور مطالب کے ساتھ جوڑ لگانا کتنا دشوار گذار عمل ہوتا ہے، پہلی رباعی کا دوسرا مصرعہ عربی میں ہے جس سے عربی زبان میں بھی آپ کی مہارت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

آپ کے اشعار کی کل تعداد مختلف نمونے ذکر کرنے کے بعد اب آپ کے اشعار کی کل تعداد کتنی ہے اس پر بھی کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے، اس سلسلے میں اتنی بات ضرور ہے کہ بہ کثرت آپ کے اشعار ملتے ہیں اور آپ کے کلام کا ایک طویل ذخیرہ ہے اور بہ قول مرتب ''گلزار معرفت'': ''حضرت پیرومرشد کا کلام منظوم اس کثرت سے ہے کہ اس کا احصا اور ضبط دشوار ہے، اس لئے آپ کے اشعار کی کوئی حتمی تعداد بیان کرنا ہمہ شما کے بس سے باہر ہے، بنابریں جو تعداد بھی ذکر کی جائے گی وہ محض ایک تخمینہ ہوگا جس میں کمی زیادتی کا پورا امکان ہے تاہم محققین نے اس سلسلے میں جو تحقیق پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اردو اشعار کی کل تعداد ۵۹۹۵، فارسی اشعار ۹۳ اور مجموعی تعداد ۶۰۸۸ ہے۔

حاجی صاحب اپنی تصنیفات وکلیات کے آئینے میں نثر ونظم دونوں کے نمونے اور اشعار کی مجموعی تعداد کے ذکر کے بعد اب حاجی صاحب کا تعارف ان کی تصنیفات وکلیات کے آئینہ میں کرایا جاتا ہے اور آپ کے گہر بار قلم سے نکلے ہوئے شعری اور نثری مجموعے کا جائزہ لیا جاتا ہے پھر ان پر مختصراً تبصرہ بھی قلم بند کیا جاتا ہے۔

مثنوی مولانا روم حضرت حاجی صاحب کو مثنوی مولانا روم سے والہانہ لگاؤ تھا، اکثر اوقات اس کو زیر مطالعہ رکھتے اور درس دیا کرتے، بعد میں اس کی آپ نے شرح کی اور فارسی زبان میں اس پر حاشیہ چڑھایا۔

غذائے روح اس کتاب میں حکایات وواقعات کے ذریعہ اصلاح امت پر زور دیا گیا ہے، نفسانی خواہشات کی پیروی، شیطانی وساوس اور جہالت وناخواندگی کے نتائج بیان کیے گئے ہیں، ابتدا میں حمد باری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت وثنا خوانی اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب ہیں پھر اپنے مرشد کا ذکر ہے، اس کے بعد کتاب کے نام کے مطابق روح کی غذا پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سے متعلقہ تمام موضوعات پر سیر حاصل مواد فراہم کیا گیا ہے، پوری کتاب اردو نظم میں ہے، ۸۶ صفحات پر مشتمل ۱۶۰۰ اشعار ہیں۔

جہاد اکبر یہ ایک منظوم کتاب ہے اور کسی دوسرے شخص کی فارسی نظم کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں اصلاح نفس سے متعلق مضامین بیان کیے گئے ہیں اور مثالوں سے اس کی وضاحت کی گئی ہے اس میں کل اشعار ۶۷۹ اور صفحات ۲۳ ہیں۔

مثنوی تحفۃ العشاق یہ بھی اردو نظم کی کتاب ہے، جس میں صفحات ۳۲ اور اشعار ۱۳۲۴ ہیں اس میں تعلق مع اللہ، معرفت الٰہی اور تقرب خداوندی کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

دردنامۂ غمناک یہ بھی ۱۷۵ اشعار پر مشتمل ۸ صفحے کی کتاب ہے، جس میں عشق حقیقی اور جذبۂ بے خودی کی ترجمانی کی گئی ہے، کتاب اتنی مؤثر اور دردناک ہے پڑھ کر دل چوٹ کھاتا ہے اور بے تاب ہو جاتا ہے۔ حضرت

تھانوی کی روایت کے مطابق ایک شخص یہ ''درد نامہ غم ناک'' پڑھ رہا تھا، حاجی صاحب کا گذر اس کے پاس سے ہوا تو پوچھا کیا پڑھ رہے ہو، وہ بے رخی سے پیش آیا، بعد میں جب معلوم ہوا کہ اس کتاب کو اشعار میں ڈھالنے والے یہی ہیں تو بے حد نادم و شرمسار ہوا اور عزت و احترام کا بازو آپ کے سامنے پھیلا دیا۔

ارشاد مرشد ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ ایک مختصر اور جامع رسالہ ہے جس میں نمازوں کے بعد کے اوراد و وظائف، اثبات طریق، اثبات مجرد، طریق اسم ذات، طریق ذکر پاس انفاس، ذکر اسم ذات ربانی اور لطائف ستہ کا ذکر ہے، اخیر میں چاروں سلسلوں (سلسلہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کا شجرہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ضیاء القلوب یہ کتاب سلوک و تصوف کا جوہر اور خلاصہ ہے، اپنے عنوان پر نہایت عمدہ اور جامع کتاب ہے، نماز اور تلاوت قرآن کے متعلق بیش بہا معارف بیان کیے گئے ہیں، یہ کتاب حضرت حافظ ضامن شہید کے صاحبزادہ محترم حافظ محمد یوسف کی فرمائش پر مکہ مکرمہ میں ۱۲۸۲ھ میں بزبان فارسی تحریر کی گئی اور اس کا نام مصنف نے ''مرغوب دل'' رکھا۔

وحدۃ الوجود ۷ صفحات پر مشتمل فارسی زبان میں ایک طویل مکتوب ہے، جس میں وحدۃ الوجود کے مسئلے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

فیصلہ ہفت مسئلہ حاجی صاحب کے متوسلین و مریدین کے درمیان جماعت ثانیہ، امکان نظر، امکان کذب، ندائے غیر اللہ وغیرہ عرس اور سماع وغیرہ جیسے مسائل کے درمیان نزاع ہو رہا تھا تو آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور مذکورہ مسائل پر شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی۔

گلزار معرفت یہ بھی آپ کے اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ہے جس کو آپ کے ایک مرید وفا کیش ''میاں نیاز احمد'' نے مرتب کیا ہے جس میں ۱۳۱۹ اشعار اردو میں ۹۳ اشعار فارسی میں ہیں، ان اشعار میں حمد، نعت، عشق حقیقی کے متعلق غزلیات اور مدینہ منورہ میں قیام پذیری کے شوق و جذبات وغیرہ جیسے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

مرقومات امدادیہ یہ آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے، جن کو آپ نے حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا حکیم ضیاء الدین اور حاجی عابد حسین صاحبان جیسی ممتاز ترین ہستیوں اور بزرگوں کے نام تحریر فرمایا ہے۔ اس میں کل ایک سو گیارہ خطوط ہیں جس کو مولانا وحید الدین رام پوری نے مرتب کیا ہے، یہ سارے خطوط فارسی میں تھے ترجمہ کا کام جامعہ عثمانی حیدر آباد دکن کے سابق پروفیسر مولانا عبدالحئی صاحب نے انجام دیا ہے۔

مکتوبات امدادیہ یہ بھی آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے جن میں حضرت تھانوی کے نام ۵۰ خطوط ہیں، ان خطوط کو آپ نے مکہ مکرمہ میں تحریر فرمایا ہے، سارے خطوط اردو میں ہیں اور بالکل آخری دور کے ہیں۔ آخری خط ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ کا تحریر کردہ ہے، اس کے دو ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

آخری بات

یہ تھی اردو زبان وادب کے فروغ کے سلسلے میں حضرت حاجی صاحب کی خدمات کی معمولی سی جھلک، اگر اہل ذوق کو آپ کے ادبی مقام پر مزید بصیرت حاصل کرنے کا شوق ہے تو انھیں آپ کی تصنیفات وکلیات کا ادب کا چشمہ لگا کر بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے، مطالعے میں جس قدر گہرائی، ژرف نگاہی اور وسعت ظرفی ہوگی اسی قدر آپ کا ادبی مقام نکھر کر سامنے آئے گا، اس پر بھی اگر تسکین خاطر نہ ہو تو ملک وملت کی مایہ ناز ہستیوں، انشاپردازوں اور صاحب لوح وقلم کی تصنیف کردہ یا ترتیب دادہ درج ذیل کتابوں اور رسالوں کو زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے: علمائے ہند کا شاندار ماضی، کرامات امدادیہ، حکایات اولیا، حکایات اکابر اسلاف، شمائم امدادیہ، علمائے حق، سوانح علمائے دیوبند، حیات امداد وغیرہ یہ اور ان جیسی دیگر کتابیں، شائقین زبان وادب کے واسطے حضرت حاجی صاحب کی ادبی خدمات جاننے کے لیے سنگ میل ثابت ہوں گی۔

ماخذ ومراجع

(۱) حیات امداد، ص:۱۸۸، از پروفیسر محمد انوار الحسن انور۔

(۲) اردو ادب اور علمائے دیوبند، ص:۱۳، از عبداللہ قاسمی حیدرآبادی۔

(۳) حیات امداد، ص:۲۱۲، از پروفیسر محمد انوار الحسن انور۔

(۴) ایضاً، ص:۲۱۳۔

(۵) ارشاد مرشد، ص:۷، از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

(۶) سوانح علمائے دیوبند، ج:۱، ص:۳۷۲، از ڈاکٹر نواز دیوبندی۔

(۷) حیات امداد، ص:۷۴، از پروفیسر نوالحسن انور۔

(۸) ایضاً، ص:۷۴۔

(۹) ایضاً، ص:۱۸۸-۱۸۹

(۱۰) ایضاً، ص:۷۱

(۱۱) ندائے شاہی کا خصوصی شمارہ، نعت النبی نمبر، ص:۱۸۹۔

(۱۲) ندائے شاہی نعت النبی نمبر ۱۸۹۔

(۱۳) حیات امداد، ص:۲۱۰۔

(۱۴) ایضاً، ص:۲۰۸۔

(۱۵) ایضاً، ص:۲۱۰، سوانح علمائے دیوبند، ج:۱، ص:۳۷۴۔

(۱۶) ایضاً، ص:۲۰۴۔

(۱۷) حیات امداد، ص:۲۸۰، از پروفیسر انوار الحسن انور۔

(۱۸) ایضاً، ص:۲۰۶۔

(۱۹) ایضاً، ص:۱۹۲۔

(۲۰) ایضاً، ص:۲۰۷۔

مولانا میاں بادشاہ گل جان
فرزند غلجی میاں صاحب

حضرت میاں صاحب غلجوؒ

بانی دارالعلوم حمایت الاسلام غلجی کنڈر خیل پشاور

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ایک اہم وصیت

ایسی شخصیات قدرے کم ہیں جن پر بہت کچھ لکھنا چاہیے تھا لیکن نہیں لکھا گیا۔ میاں صاحب (مرحوم) غلجی کنڈر خیل ان میں سرفہرست ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت العلامہ میاں محمد جان صاحب المعروف میاں صاحب غلجی کنڈر خیل کے نام سے کون واقف نہیں۔ صورت اور سیرت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہ رکھنے والے جنہوں نے نہ صرف ضلع پشاور اور گردونواح بلکہ دور دراز دیار میں علم کی روشنیاں پھیلائیں کچھ لگ بھگ ۱۹۰۲ء میں ولادت پائی (صحیح سن ولادت میسر نہیں) حضرت میاں صاحب غلجی کنڈر خیل کے والدین اور خاندان نے بھی پارسائی میں شہرت حاصل کی تھی۔ معاملات دینوی اور امور دین میں حضرت میاں صاحب ایک پرہیزگار، متقی اور پارسا انسان گردانے جاتے تھے۔ انکی زندگی کے ہر پہلو میں سنت رسول کا جلوہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ نہ صرف عالم بے مثل بلکہ عالم باعمل بھی تھے، اگر یوں کہا جائے کہ انکی سب سے بڑی کرامت ان کا اخلاق حمیدہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ ایک بشر دوست، ملنسار، مہمان نواز، باوجود مفلسی کے ایک سخی انسان تھے۔ وجاہت اور خوبصورتی میں پورے دیار میں لاجواب تھے اور پھر حسن اخلاق نے خوبصورتی میں مزید چار چاند لگا دیئے تھے۔

میاں صاحب کی زندگی سے متعلقہ کئی مافوق الفطرت واقعات، زبان زد خاص وعام ہیں جن میں سے ایک عطائے دستار رسول کافی شہرت کا حامل ہے۔ لیکن مصلحتاً اس کا ذکر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میاں صاحب اپنی زندگی میں بھی ایسے امور کی تشہیر کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کی پسندیدہ شخصیات میں جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ سرفہرست تھے۔ اگرچہ میاں صاحب مرحوم کی پوری زندگی احادیث نبوی کے درس میں گزری۔ مگر محبت کا یہ عالم تھا کہ اکثر دعائیں مانگتے دیکھا گیا کہ یا اللہ! میری عمر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو دیجئے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھئے اور فکر کیجئے۔ اولیاء کرام کی ایک دوسرے سے محبت بھی دینی اساس پر ہوتی ہے۔ گویا حضرت میاں صاحب کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب بھائی اور جان سے زیادہ عزیز تھے۔ اگر کبھی شیخ الحدیث صاحب سے میاں صاحب کے بارے میں پوچھا گیا تو یہی جذبات ان کے بھی تھے۔ سبحان اللہ! کیا محبت اور پاک جذبات تھے جو

صرف انہی شخصیات کا خاصہ تھے۔ خانوادہ میاں صاحب اور موجودہ مہتمم دار العلوم حمایت الاسلام جناب میاں بادشاہ گل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں جناب شیخ الحدیث (عبدالحق صاحب) کی اہلیہ کی فاتحہ خوانی کیلئے اکوڑہ گیا۔ دعا کے بعد جب رخصت کی اجازت طلب کی تو حضرت شیخ الحدیث مرحوم نے مجھ سے استفسار کیا کہ دیکھو تمہارے والد میاں صاحب میرے بھائی تھے اور یہ میرے فرزند سمیع الحق صاحب ہیں۔ میرے بعد اس جاری دینی کام کے یہ اہل ہیں۔ یہ اکیلے ہیں۔ میں نے تم کو ان کا بھائی بنادیا ہے ان کی خبر گیری کرتے رہنا اور ان کو اکیلا مت چھوڑنا۔ میاں بادشاہ گل صاحب کہتے ہیں کہ وہ دن اور آج کا دن میں نے مولانا سمیع الحق صاحب سے زیادہ عزیز کسی کو نہیں رکھا۔ گویا اس خاندان کے ساتھ محبت ہم نے ورثہ میں پائی ہے۔

الغرض میاں صاحب کی پوری زندگی احکام دین کی پیروی سے عبارت ہے ایک دلکش اور جاذب نظر شخصیت کے مالک اور بڑے خوش گفتار انسان تھے۔ دینی علوم کا منبع تھے جس کے پانیوں سے امت کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں۔

انکی پاک روح ۱۱ رمئی ۱۹۸۲ء بروز منگل صبح 9:15 بجے قفس عنصری سے پرواز کر گئی (اناللہ وانا الیہ راجعون)

آپ کی رحلت اس خطہ کے لئے ایک عظیم نقصان گردانا جاتا ہے۔ میاں صاحب مرحوم جیسی شخصیت کا پیدا ہونا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ پورا خطہ ان کی وفات پر نوحہ کناں تھا اور ان کی موت کو ناقابل تلافی نقصان سمجھا جاتا ہے۔

ع تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے...... ان کی تدفین کے وقت عمائدین علاقہ اور صوبہ بھر کے علماء دین کی موجودگی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے اپنے دست مبارک سے دستار جانشینی جناب میاں بادشاہ گل صاحب کو پہنائی۔ (ماشاءاللہ) لیکن حضرت میاں صاحب کی رحلت سے علاقہ جس روحانی سایہ سے محروم ہوا۔ اس کا میسر ہونا ناممکن ہے۔ موجودہ مہتمم کے لئے دعا کرتے ہیں کہ میاں صاحب کے صحیح جانشینی اللہ تعالیٰ ان کو نصیب فرمائے۔ امین۔

اسلام اور عصر حاضر

دوسرا شاندار ایڈیشن

از قلم: حضرت مولانا سمیع الحق

عصر حاضر کی تمدنی، معاشرتی، سائنسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب، نئے دور کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بیباک قلم سے، مغربی تہذیب وتمدن اور عام اسلام پر اسکا اثرات کا تحلیل وتجزیہ الغرض بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک۔ یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کردیگی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے آپکی رہنمائی کریگی۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(قسط نمبر ۱۳)

مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان

جامع مسجد مکی میں ان کے خطبات

بعد از نماز مغرب پونے آٹھ بجے جامع مسجد مکی میں عمومی جلسے کا انتظام کیا گیا تھا' مسجد کا وسیع و عریض ہال تنگ دامنی کا شکار نظر آ رہا تھا طلباء کے علاوہ زاہدان اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ذوق و شوق سے علماء کے دیدار اور خطابات سننے کے لئے سر شام مسجد میں پہنچ چکے تھے۔

تلاوت کلام پاک کے بعد تاجکستان کے بعض طلباء جو گزشتہ کئی برس دار العلوم حقانیہ میں بھی زیر تعلیم رہے تھے نے جہادی نظموں سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ سٹیج سیکرٹری مدرسے کے ناظم مولانا احمد صاحب تھے۔ انہوں نے پہلے مہمانوں کا تفصیلی تعارف کروایا اور پھر مولانا حسن جانؒ کو دعوت خطاب دیا۔ جنہوں نے فارسی میں خطاب فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت مولانا حسن جانؒ کا ''مکی'' جامع مسجد زاہدان میں خطاب:

خطبہ مسنونہ کے بعد سورۃ الحجرات کی ابتدائی پانچ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں۔ برادران عزیز علمائے کرام ومشائخ عظام! یہ ایک خالص دینی مجلس ہے جو دین اور دینداروں سے محبت کی غرض سے منعقد کی گئی۔ اس کا مقصد نہ تو ووٹ مانگنا ہے اور نہ سیاست بازی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس اجتماع کو اپنے جناب میں قبول فرمائے۔ اور آپ کا یہ بیٹھنا اور سننا عبادت ٹھہرائے۔ میری اپنی زبان پشتو ہے' آپ کے سامنے فارسی میں تقریر کروں گا جو ممکن ہے گلابی ہو۔ تاہم امید ہے آپ میری لغت (فارسی) سے صرف نظر کرتے ہوئے میرے مقصود و مضمون کو سمجھنے کی طرف توجہ دیں گے۔ یہ آیات کریمہ جو میں نے تلاوت کی جب آپ رسول اقدس ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیں اور مواجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوں تو اس کے اوپر لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔

روضہ رسول اقدس ﷺ کا تاریخی پس منظر:

آپ کو علم ہے رسول اللہ ﷺ جس حجرہ شریفہ میں مدفون ہیں وہ حجرہ عائشہ صدیقہؓ ہے۔ آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اس کے متصل آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے محاذات میں حضرت عمرؓ مدفون ہیں۔ یعنی

ان تینوں بزرگان دین کی قبور ایک ساتھ اکٹھی ہیں۔ان حضرات کے دفن ہوتے وقت یہ مقام مسجد نبوی سے باہر تھا' ۸۰ھ میں جب ولید ابن عبدالملک خلیفہ بنے تو اس نے مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ کرتے ہوئے اس حجرہ کو بھی مسجد نبوی کی نئی تعمیر میں شامل کر دیا مدینہ میں اس روز لوگوں پر گریہ وبکا طاری تھی۔شریعت کی رُو سے مسجد کے اندر اگرچہ قبر کی اجازت تو نہیں لیکن بادشاہ کے سامنے کسی کا کیا بس چلے۔کچھ زمانہ بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ المسلمین بنائے گئے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ کے اردگرد دیواریں مخمس انداز سے (پانچ کونوں والی) تعمیر کروائی۔اور یہ مخمس انداز اس لئے اختیار کیا گیا تا کہ خانہ کعبہ کے ساتھ روضہ رسول ﷺ کی مشابہت پیدا نہ ہو اور کل کوئی روضہ پر آ کر طواف نہ شروع کر بیٹھے۔گویا شرک کا دروازہ بند کرنے کیلئے یہ عمل کیا گیا۔پھر ایک دوسرے بادشاہ سلطان اشرف آئے تو اس نے روضہ کے گرد آہنی تعمیر کروائی۔جس کا طول ۲۲ گز اور عرض ۱۵ گز تھا۔

مواجہہ شریفہ میں کھڑے ہونے پر معلوم ہوگا کہ یہاں تین گول سوراخ ہیں۔ایک بڑا گول سوراخ' یہ سیدالکائنات رسول اقدس ﷺ روضے کے مقابل واقع ہے۔آہنی تعمیر کے اندر سبز کپڑے کا غلاف روضہ کے گرد نظر آتا ہے۔اس کے اندر پھر سنگ مرمر کی تعمیر ہے۔اس تعمیر میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کے مقابل نشانی کے طور پر چاندی کی ایک کیل لگائی گئی ہے۔انسان جب بڑے سوراخ کے سامنے کھڑا ہو تو اس وقت روبروئے چہرہ رسول اقدس ﷺ کے ہوتا ہے۔ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے اُسے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔اور جب کوئی میرے روضے پر کھڑے ہو کر درود پڑھے تو میں خود اُسے سنتا ہوں۔اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔بعض علماء سے سننے میں آیا ہے کہ جس کی شکل وشباہت سنت وشریعت کے مطابق ہو' رسول اللہ ﷺ اسکے درود کا جواب اس کی طرف چہرہ کر کے دیتے ہیں۔اور جو داڑھی منڈواتا ہے رسول اللہ ﷺ اسے جواب تو دیتے ہیں لیکن چہرہ اقدس دوسری طرف موڑ کے' یعنی اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

حضرات شیخینؓ کا جوار رسول اللہ ﷺ میں دفن ہونا سب سے بڑی فضیلت ومنقبت:

رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں ایک قدم کے فاصلے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھ اسی قدر فاصلے پر حضرت عمرؓ مدفون ہیں۔یہاں ان قبور کی نشانی کیلئے متوسط اور ایک چھوٹا سنہری سوراخ نظر آتا ہے۔علماء لکھتے ہیں کہ بالفرض اگر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے لئے کوئی بھی فضیلت ومنقبت نہ ہو تو بھی جوار رسول ﷺ میں دفن ہونے کی فضیلت تمام فضائل ومناقب پر بھاری ہے۔ایک مجلس میں ایک عالم دین اسی صفت ومنقبت پر بیان کر رہا تھا' کہ دوران تقریر ایک شخص نے بیچ میں کھڑے ہو کر اعتراض کیا کہ کیا کسی کے پہلو میں دفن ہونا بھی کوئی فضیلت ہے؟ اس عالم نے دوران تقریر جواب نہ دیا۔بعد میں تقریر کے اختتام پر یہ شخص دوبارہ اُس عالم کے سامنے آیا اور اپنا سوال دہراتے ہوئے کہا کہ آپ نے جواب نہیں دیا۔اس پر عالم دین نے پوچھا کہ تفصیلی جواب دوں یا اجمالی؟ تو سائل نے کہا کہ اجمالی۔ اس دوران وہاں ایک طالب علم اس عالم دین کو دستی پنکھے سے ہوا دینے میں مصروف تھا۔عالم دین نے معترض کو کہا کہ

تمہارے سوال کا جواب اس دستی پنکھے کے ہوا دینے میں ہے۔ بتاؤ یہ پنکھا تمہارے لئے چلایا جارہا ہے یا میرے لئے؟ اس نے کہا کہ آپ کے لئے۔ پھر پوچھا کہ اس پنکھے کی ہوا تمہیں آرہی ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں مجھے بھی آرہی ہے۔ عالم دین نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ جس طرح اس پنکھے کی ہوا صرف مجھ تک محدود نہیں' اسی طرح روزانہ ہزاروں درود وصلاۃ وسلام بھیجنے والے زائرین کا درود و رحمت حضرات شیخینؓ کو بے پناہ فائدہ کا سبب بنتا ہے۔ شیخینؓ زائرین کے درود ورحمت سے محروم نہیں ہوتے' بات لمبی ہوگئی' مقصود کی طرف آؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر بڑے سوراخ کے اوپر یہ آیت کریمہ لکھی ہے۔ یا یھاالذین امنو لا ترفعو اصواتکم فوق صوت البنی ولا تجھروا لہ بالقول دجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

مسجد نبوی میں ایک دوسرے مقام ریاض الجنۃ میں ایک تختے پر بھی یہ آیت لکھی نظر آئے گی۔

سید الکائنات ﷺ کے حضور ادب واحترام:

قرآن میں آیتوں کی تعداد تو ۶۶۳۲ ہیں لیکن ان میں اس آیت کو خاص طور پر کیوں لکھا گیا؟ وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں ایک خاص مضمون اور مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ مسئلہ ادب واحترام سید الکائنات ﷺ ہے ۔اس آیت کی شان نزول میں کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا جب یہ لوگ مدینہ پہنچے اس وقت آپ ﷺ کسی حجرے میں آرام فرمارہے تھے۔ آداب معاشرت سے ناواقف ہونے اور شوق زیارت کی بدولت انہوں نے حجرات کے باہر سے پکارنا شروع کیا۔ اخرج الینا یامحمد، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان آیات میں مجلس نبوی ﷺ میں تین آداب ملحوظ رکھنے کا حکم نازل ہوا ہے۔

بلاچوں وچرا رسول اقدس ﷺ کا حکم ماننا: پہلا ادب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کام کے کرنے کا حکم دے تو پھر اسے خلوص دل سے مانا جائے اس پر عمل کرنے میں اپنی ذاتی رائے اور غور وفکر کو دخل نہ دیا جائے مومن کے ایمان کی علامت یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم بلاچوں وچرا مانے اپنا عقل بگارنا شیطان کا وطیرہ ہے۔۔

رسول اللہ ﷺ کو نام مبارک لے کر نہ پکارنا: دوسرا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ سید الکائنات ﷺ کو اپنے نام سے نہ پکارا جائے لا تجعلو دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا یعنی یا محمد نہیں کہنا چاہیے قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ ہر پیغمبر کو کہیں نہ کہیں حرف نداء سے مخاطب کیا گیا جیسے یاادم اسکن انت وزوجک الجنۃ _ ینوح اھبط بسلام منا و برکت علیک _ یداود انا جعلنک خلیفۃ فی الارض _ ونادینٰہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا _ وما تلک بیمینک یموسی _ واذ قال اللہ یعسیٰ ابن مریم غرض ہر پیغمبر کو اپنے نام سے اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا

ہے لیکن ہمارے پیغمبر علیہ السلام کو بجائے نام کے اپنے لقب سے مخاطب کیا۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا۔
قرآن مجید میں سید الکائنات ﷺ کا نام مبارک پانچ دفعہ ذکر ہوا ہے چار مرتبہ محمد اور ایک دفعہ احمد۔ لیکن یہ نام حرف خطاب کے ساتھ ذکر نہیں کئے گئے گویا خداوند قدوس آپ ﷺ کو اپنے نام سے مخاطب نہیں فرماتے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس طریقے کو کس طرح سے قبول فرمائیں گے۔ بعض لوگ مسجدوں اور اسکے دروازوں پر یا محمد لکھتے ہیں اگرچہ ان لوگوں کی نیت صحیح ہوتی وہ ازراہ محبت ایسا کرتے ہیں لیکن شریعت کی نگاہ میں یہ بے ادبی شمار ہوتی ہے۔ اگر کہیں کہنے کی ضرورت پڑے تو پھر یا رسول اللہ اور یا محمد الرسول اللہ کہنا چاہیے۔

مجلس رسول اقدس ﷺ میں خاموشی: تیسرا ادب یہ سکھلایا گیا کہ سید الکائنات ﷺ کی مجلس میں خاموش رہا جائے اگر رسول ﷺ کچھ بیان فرمائیں یا کوئی بات کریں تو تم میں سے کسی کی آواز انکے مقابل بلند نہیں ہونی چاہیے۔ جو بھی بات کرو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کیساتھ کرو۔ خداوند قدوس اس ادب پر اتنا زور دیتے ہیں کہ فرمایا ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ ممکن ہے کہ رسول کی اس بے ادبی سے تمہارے تمام عمر کا عمل ضائع ہو جائے۔

دو اعمال جن سے تمام اعمال اکارت ہوتے ہیں: دو اعمال ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، پہلا عمل شرک ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ شرک سے تمام نیکیاں ضائع ہوتی ہیں۔ دوسرا عمل رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی ہے۔ فرمایا و لا تجھرو لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ اس آیت کے نزول سے صحابہ کرامؓ کی حالت یہ ہوگئیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں مرتے دم تک آپ ﷺ سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو۔ حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات بات سمجھنے کیلئے دوبارہ پوچھنا پڑھتا تھا۔ حضرت ثابتؓ جو طبعاً بلند آواز تھے بہت روتے اور اپنی آواز کو گھٹایا۔ صحابہ کا حال مجلس نبوی ﷺ ایسا ہوتا گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

ہمارے صحابہ کرامؓ کا حب رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء کرام کے صحابہ کے مقابل: اگر گزشتہ تمام پیغمبروںؑ کے صحابہ کا اپنے پیغمبروںؑ کیساتھ محبت اور ادب دیکھا جائے تو وہ سب ملا کر ہمارے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کی محبت کا دسواں حصہ بھی نہیں بنے گا۔ میں نے کسی پیغمبر کی تاریخ میں نہیں پڑھا کہ وہ وضوء کرے ہاتھ پاؤں دھوئے اور اس کے صحابہ آگے بڑھ کر وہ مستعمل پانی اٹھا کر اپنے چہروں پر ملے یا لعاب دھن پیغمبر اپنے منہ میں ڈالیں یا پیغمبر کے بالوں کو محفوظ رکھ کر اس سے برکت حاصل کرے۔ یہ محبت کا نرالا انداز صرف ہمارے صحابہ کرام میں نظر آئیگا۔ صحابہ کرام نے رسول ﷺ کے ایک ایک موئے مبارک، کپڑوں، جوتوں، ناخنوں تک اور پسینے تک کو دل وجان کی حفاظت سے رکھا

صحابہ کرام اور اہل بیت کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ جسطرح سید الکائنات محمد

رسول اللہ ﷺ جملہ انبیاء کے سردار ہیں اسی طرح اسکے صحابہؓ دیگر تمام انبیاء کے صحابہؓ کے سردار ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اہل بیت کے سردار ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی نبی کریم ﷺ کو تو سید الکائنات کہے اور اسکے صحابہ کو سید الصحابہ نہ کہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ کے کتے تمام دنیا کے کتوں کے سردار ہیں۔ مدینہ کے درخت تمام دنیا کے درختوں کے سردار ہیں اور مدینہ کے پہاڑ تمام ملکوں کے پہاڑوں کے سردار ہیں۔

مدینہ منورہ کے کتوں اور بلیوں کی خدمت: میں جب پہلی مرتبہ مدینہ منورہ ۱۹۶۲ء بمطابق ۱۳۸۲ھ حاضر ہوا تو وہاں میں نے ایک ہندوستانی بھکاری کو دیکھا جو قصابوں کے پاس جا کر گوشت کے ٹکڑے جمع کرتا تھا میں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھ کر خیال کیا کہ یہ گداگر یہاں کیسے آ گیا؟ یہاں تو گداگری ممنوع ہے۔ میں تقریباً روز گوشت خریدنے قصاب کی دکان پر جاتا تو اس فقیر کو گوشت کے ٹکڑے حسب معمول جمع کرتے ہوئے پاتا۔ ایک دن میں اسے دیکھا کہ زمین پر بیٹھے گوشت کے بڑے ٹکڑے چاقو سے کاٹ کر چھوٹے ٹکڑے بنا کر ایک برتن میں ڈال رہا ہے۔ میں اسکے قریب گیا اور پوچھا کہ بابا یہ آپ کیا کر رہے ہیں پہلے اس نے جواب نہ دیا اور ہنسا۔ پھر میں نے دوبارہ سوال کیا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو تو اس نے جواب میں کہا کہ میں مدینہ کے کتوں اور بلیوں کی خدمت کر رہا ہوں' میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں ایسا کرنے کا کس نے کہا تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارے کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے کہا ہے۔ یہ مدینہ کی محبت ہے جو ہر مسلمان کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی ہے۔ یہ احترام اور ادب نہیں کہ انسان آل رسول ﷺ کا تو خاص خیال رکھے اور صحابہؓ کا احترام ملحوظ نہ رکھے۔ یا احترام صحابہؓ تو کریں لیکن احترام آل رسول ﷺ روا نہ رکھے۔ یہ دونوں طریقے غلط افراط و تفریط کے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ چیز جسکی نسبت رسول اللہ ﷺ سے ہو وہ قابل صد احترام، ادب و تعظیم ہے خدا تعالیٰ ہمیں یہ احترام و ادب نصیب فرمائے اور اس مدرسہ کے تعمیرات کو پایہ تکمیل کو پہنچائیں اور وہ بزرگ جو اس مدرسہ کی خدمت میں لگے ہیں' اللہ تعالیٰ انکے مساعی کو قبولیت سے نوازے اور انکی زندگیوں میں برکات عطا فرمائیں' جو طلباء یہاں پر زیر تعلیم ہیں اللہ تعالیٰ انکو اپنے مقاصد میں کامیابی سے نوازے۔ امین

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا مکی جامع مسجد زاہدان میں خطاب: حاضرین کی اکثریت اردو زبان سے واقف تھی اس لئے مولانا سمیع الحق نے اردو زبان میں تقریر کی۔ تاہم فارسی ترجمے کے لئے مولانا احمد صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا نے تقریر کے دوران بعض اوقات بے ساختہ فارسی زبان میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ خطاب کا حاصل یوں تھا:

حمد و خطبہ کے بعد: والذین اوتوا العلم درجت وقال تعالیٰ یریدون لیطفؤ نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون۔

میرے نہایت قابل احترام حضرت مولانا عبدالحمید دامت برکاتہ' علماء کرام مشائخ عظام اساتذہ عظام اور میرے نہایت عزیز طالب علم بھائیوں میرے لئے آج بہت بڑی خوشی اور سعادت کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے اس

ادارے اور ملک میں ہمیں آنے کا موقع عطا فرمایا۔ یہ ہماری ایک بہت دیرینہ تمنا تھی ہم نے یہاں آکر جو کیفیت محسوس کی جس طرح ہمارا ایمان تازہ ہوا اور ہمارا حوصلہ بڑا ہے اسکا اظہار ہم الفاظ سے نہیں کر سکتے۔ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کے اخلاص سے لگائے گئے پودے (مدرسہ) کو اللہ تعالیٰ نے آج شجر طوبیٰ بنا دیا ہے۔

پورے سنٹرل ایشیاء کیلئے مرکز رشد وہدایت: اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالعزیزؒ کو مولانا عبدالحمید اور انکے رفقاء واساتذہ جیسے صحیح جانشین عطاء فرما کر خاص فضل واحسان فرمایا ہے۔ آج یہ ادارہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ پورے ایران اور بلوچستان کے مسلمانوں کا مرکز رشد وہدایت بن رہا ہے میری دعا ہے کہ آگے چل کر یہ پورے سنٹرل ایشیاء اور اسکے ملحقہ ممالک کے لئے مرکز رشد وہدایت بنے۔

محترم سامعین کرام میرے مخاطب اسوقت خاص طور پر میرے عزیز طالب علم بھائی ہیں۔ اسوقت امت مسلمہ کا سرمایہ اور آخری سہارا یہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے ہاں طالبعلموں کی قدر و قیمت: اللہ کے ہاں ان کی فضیلت تعلیم وتعلم طلب علم کے اعتبار سے قرآن وسنت اس سے بھرا ہوا ہے۔ میرے پاس وقت کم ہے اور آپ سب علماء ہیں جانتے ہیں کہ اسلام نے علم تعلیم وتعلم اور طلب علم کو کتنی فضیلت دے رکھی ہے پوری کائنات طالب علم کے گرد گھومتی ہے رحمت کے فرشتے طلباء کو پر بچھاتے ہیں فضاؤں میں پرندے ان کیلئے دعا گو ہوتے ہیں سمندروں میں مچھلیاں دین کے طالب علموں کی عافیت وحفاظت کی دعا کرتے ہیں۔ یہ پوری کائنات بر وبحر کے حیوانات اور فرشتے طالب علم کیلئے آخر کیوں دعا گو ہیں۔ اسلئے کہ کائنات میں طالب علم کی بہت بڑی اہمیت ہے اتنا بڑا احسان اور انعام واکرام اپنے مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر نہیں ہوتا جو دین کے طالب علم پر ہوتا ہے اللہ اسے اپنے دین کے لئے منتخب فرمالیتا ہے حضور اقدس ﷺ آخری نبی ہے یہ امت آخر الامم اور قرآن آخری کتاب ہے اب انسانیت کی فلاح وبقاو نجات اور راہ راست پر رکھنے کا واحد ذریعہ تعلیمات قرآن وسنت ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت موقوف ہے۔ قرآن وحدیث کے تعلیم وتعلم کا ذریعہ درس وتدریس اور طالب علم بنتے ہیں۔

وحی الٰہی کا اٹھانے والا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا عرضنا الامانة علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوماً جهولا۔

میرے نزدیک وحی الٰہی کا اٹھانے والا عام انسان نہیں ہے بلکہ وہ انسان ہے جو اللہ کے دین کے لئے زندگی وقف کرتا ہے یعنی طالب علم امانت الٰہی کی حفاظت کا ذریعہ اس امت میں نہ امریکہ ہے نہ روس نہ یورپ ہے نہ یہودی نہ عیسائی ہے نہ بدھ مت والا بلکہ امت مسلمہ کا یہی طبقہ ہے جسے طالب علم کہا جاتا ہے۔ علماء اور طلباء وارثین علوم نبوت اور وارثین انبیاء ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی۔ کوئی قارون کا وارث بنتا ہے کوئی ہامان کا کوئی کارخانہ دار بنتا ہے کوئی کروڑ پتی بنتا ہے کوئی بش جیسا صاحب اقتدار بنتا ہے۔ اگر پوری دنیا پر کسی کی سلطنت وحکومت

آجائے تو بھی طالبعلم کے پاؤں کے ایک ناخن تک نہیں پہنچ سکتا اللہ کے ہاں ایک طالب علم کے قدموں کے ناخن کی جو قدر و منزلت ہے وہ دنیا کے سارے بادشاہوں سے بڑھ کر ہے۔ جس پر آپ لوگ فخر کریں علامہ اقبال کہتا ہے۔

باخبر اپنی شرافت سے ہو جائے تیری سپاہ ہے انس و جن تو ہے امیر جنود

عزیز طالب علم بھائیوں تمہیں اللہ کے ہاں اس نعمت پر سجدہ ریز ہونا چاہے شکر گزار ہونا چاہیے تمہیں فخر کرنا چاہیے احساس محرومی تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکنی چاہیے اشرف المخلوقات میں اشرف ترین آپکا طبقہ ہے آپکا انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

طالبعلم بننا بھی نبوت کی طرح وہبی: جسطرح نبوت وہبی چیز ہے اور نبوت کا انتخاب الیکشن سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اربوں مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ نے آپکا انتخاب فرمایا۔ اس سے بڑی خوش قسمتی کی بات کیا ہوگی' قرآن وسنت کے فضائل پر تو ہمارا ایمان وعقیدہ ہے' لیکن غیر مسلم تو اسے نہیں مانتے۔ اور تو اور ہمارے بعض مسلمانوں کو بھی ان دین کے سیکھنے سکھلانے والوں کی اہمیت کا اندازہ نہیں۔ کچھ زمانہ قبل لوگ اس طبقہ کو روٹی کے ٹکڑے مانگنے والے اور خیرات پر گزارہ کرنے والے سمجھتے تھے۔

عالم کفر کو مدارس کی اہمیت کا ادراک: لیکن اب اس طبقہ کی اہمیت کا ادراک عالم کفر کو بھی ہو گیا ہے۔ وہ اس وقت مسلمان قوم میں جس طبقے کو اپنے مد مقابل سمجھتے ہیں وہ آپ ہی (طلباء) کا طبقہ ہے۔ عالم کفر مسلمانوں کے ایٹم بموں سے نہیں ڈرتا' وہ ہماری فوجوں' حکمرانوں اور سیاستدانوں میں سے کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ ڈر رہا ہے تو ان خاک نشینوں سے' جو زمین پر بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول ﷺ میں اپنی زندگی لگا رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو وہ اسلام کے قلعے سمجھتا ہے' اور حقیقت بھی یہی ہے۔ بش' شیرون' کلنٹن' ٹونی بلیئر' اس بات کی تہہ تک پہنچ چکے ہیں کہ ان مدرسوں سے ہی اسلام کی پاسبانی ہو رہی ہے۔ اس وقت پورا عالم اسلام ایک سخت امتحان سے دوچار ہے۔ ہم بحیثیت امت عملاً میدان جنگ میں کفر کا نشانہ ہیں' جو ہمیں ملیا میٹ کر کے مٹانا چاہتا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے ایک نیا ظالمانہ نظام دنیا پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ امریکہ اسکا سرغنہ' محور اور شیطان اکبر ہے۔ ایران کی غیور عوام اور حکمرانوں نے جسے برحق اور صحیح خطاب ''بزرگ شیطان'' سے نوازا وہ اسی فساد کی جڑ ہے۔ دہشت گردی' اور ارہابیت کی علمبرداری امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس ایجنڈے میں سارا مغرب بلکہ سارا عالم اس کیساتھ شریک کار ہے۔ استعمار اور سامراجیت و کالونی سسٹم کا نظام پوری دنیا پر اس کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دوبارہ امت مسلمہ ان کی غلام بنے اور انکے تمام وسائل پر قبضہ کیا جائے۔ اس منزل تک پہنچنے میں رکاوٹ اور سدراہ وہ صرف آپ ہیں۔ ورنہ باقی سارا میدان اس کے لئے کھلا اور صاف ہے۔ ہمارا اسلامی تشخص مٹانا ہمارے لئے خطرے کی سب سے بڑی گھنٹی ہے۔ ہمارا اسلامی تشخص حضور اقدس ﷺ' صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کی تعلیمات سے ہے۔ محمد عربی ﷺ کا ایک کلچر و تہذیب ہے۔

ماہنامہ القاسم کی تاریخی پیشکش

۱۳ ویں خصوصی اشاعت

شیخ الحدیث مولانا

محمد حسن جان شہید نمبر

ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جانؒ المدنی شہید کی پرعزم زندگی، علمی و تدریسی کارنامے، محدثانہ جلالتِ قدر، عالمانہ وقار، سینکڑوں مدارس کا قیام و سرپرستی، فروغِ علم کی لازوال جدوجہد، قومی و ملی خدمات، لائق تحسین کردار، انفرادی و اجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں، سیرت و اعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل

ایک پورے عہد کی ترجمان دستاویز

معرکۃ الآراء تحریریں، گرانقدر مضامین، تفصیلی تجزیئے، تأثرات و مشاہدات، ملی و قومی خدمات، فروغِ اسلام کے لئے انتھک جدوجہد کی تاریخ، فرقِ باطلہ کا تعاقب اور مغربی سامراج کا مقابلہ، علمی مقام اور روحانی عظمتِ شان، اکابر علماء و مشائخ، سیاسی زعماء و قائدین، اساتذہ و محدثین، ادیب و دانشور، پروفیسر و صحافی، شعراء و خطباء، برخورداران و اعزہ، تلامذہ و مستفیدین، الغرض ملک اور بیرونِ ملک سے موصول ہونے والی عظیم تحریروں کا حسین مرقع۔ عنقریب منظرِ عام پر آ رہا ہے

ماہنامہ القاسم، جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق نوشہرہ سرحد پاکستان
فون: 0923-630237 موبائل: 0333-9102770 فیکس: 630094

سب سے یقینی حقیقت کی طرف سے غفلت

جب ہم اس کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ہر وجود میں عدم اور ہر عروج میں زوال کارفرما نظر آتا ہے، بستیاں بنتی سنورتی ہیں پھر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں، شہر بستے اور آباد ہوتے ہیں پھر ویرانوں اور خراباتوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، رقص وسرور کی مجلسیں گرم ہوتی ہیں پھر ان پر خاموشی کی ایسی چادر ڈال دی جاتی ہے کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کی آواز تک نہیں سنتا، فوجیں جاہ وجلال کے ساتھ بڑھتی اور برق وباد کی طرح اٹھتی ہیں پھر موت کی میٹھی نیند سو جاتی ہیں، فرعون ہو یا نمرود، ہامان وشداد ہوں یا دارا وسکندر، ہلاکو ہو یا چنگیز یا ان کے بعد آنے والے اس طرح کے لوگ سب کے سب لقمۂ اجل بن کر ہی رہے۔ جن کے شب وروز فقر وفاقہ میں گزرے جسم سردی گرمی میں ننگے رہے وہ بھی اور جو مخملوں پر سوئے، عیش وعشرت میں رہے وہ بھی، ستاروں پر کمندیں ڈالدیں، چاند تک کی سیر کر آئے لیکن موت سے کوئی نہ بچ کر نکلتا ہے۔

ابر و باد پر قادر اس قدر مجبور
کہ ایک سانس کے لانے کا اختیار نہیں

اس آخری انجام سے بے فکری ہی انسان کو خدا کا نافرمان بناتی ہے اور ہر قسم کے گناہ وپاپ کو جائز کر دیتی ہے۔ ایک مسلمان بے تکلف دوسرے کا حق مارتا ہے، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوتا ہے، بیٹے ماں باپ تک کو خون کے آنسو رلاتے ہیں اور اسکا ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ گزرنے والا لمحہ اس کو موت سے قریب اور حرص وہوس کی اس دنیا سے اس کو دور کر رہا ہے وہ ہاتف غیبی کی اس آواز پر دھیان نہیں دیتا۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کدھر دیکھتا ہے کدھر جا رہا ہے

اس لیے رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ اس کو یاد کرو جو لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے یعنی موت کو یاد کر کے اپنے عیش وطرب کو بے مزہ بناؤ، یہاں تک کہ اس کا خطرہ تم سے دور ہو جائے، یعنی آخرت کی پر سکون زندگی مل جائے اور اپنے خدا سے جاملو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اور تمہیں اس کا علم ہو جائے، اگر یہ جانوروں کو معلوم ہو جائے تو تم کو کھانے کے لیے کوئی موٹا جانور نہ ملے، حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے

اللہ کے نبی کیا کوئی شہیدوں کے برابر بھی ہوسکتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں جو دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہو، وہ شہیدوں کے برابر ہوگا کیونکہ اس کثرت سے موت کی یاد اسکو گناہوں سے بچائے گی اور آخرت کی تیاری کیلئے آمادہ رکھے گی، موت کی یاد سے غفلت دنیا کی خواہشات میں منہمک رکھتی ہے اور آخرت کی تیاری سے غافل رکھتی ہے۔

آپ نے ایک دوسری جگہ فرمایا: موت مومن کے حق میں تحفہ ہے کیوں کہ وہ مومن کو دنیا کے قید خانے سے نجات دلاتی ہے اس لیے کہ مومن دنیا میں نفس کو خواہشات سے روکنے میں بڑی الجھنوں سے دوچار ہوتا اور شیطان سے برابر سرِ پیکار رہتا ہے، موت اس کو اس تکلیف سے نکال دیتی ہے، یہ آزادی اس کے حق میں تحفہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا موت مومن کے لیے کفارہ ہے۔ آپ کی مراد مسلم کامل سے ہے، فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں، اس میں مسلمانوں کے تمام اخلاق حسنہ پائے جائیں اس کا کردار معاصی سے پراگندہ نہ ہوالا یہ کہ چھوٹے موٹے گناہ ہوں تو موت اس کو ان چھوٹے گناہوں سے پاک کردیتی ہے، کبیرہ گناہوں سے بچنے کے بعد چھوٹے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔

عطا خراسانی فرماتے ہیں ایک مجلس میں لوگ ہنسی ٹھٹا کررہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی مجلسوں میں لذتوں کو مکدر کردینے والی کو یاد کرو۔ اہل مجلس نے سوال کیا اللہ کے نبی وہ کیا؟ فرمایا موت! حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا موت کو زیادہ یاد کرو وہ گناہوں کو مٹاتی اور دنیا سے بے رغبت بناتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا موت کی یاد اور ندامت خود ایک وعظ ہے۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف لے گئے لوگ بیٹھے باتیں کررہے تھے ہنس رہے تھے فرمایا موت کو یاد کرو خدا کی قسم اگر تم کو وہ معلوم ہوجائے جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنسو کم روؤ زیادہ۔

لوگوں نے حضور ﷺ کے پاس ایک شخص کی بڑی تعریف کی، آپ نے پوچھا موت کو بھی یاد کرتے ہیں ان لوگوں نے جواب دیا کہ کبھی سنا نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر وہ قابل تعریف نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا، ایک انصاری نے میری بڑی تعریف کی یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا موت کو یاد کرنے اور اس کے لیے تیاری کرنے والے زیادہ عقلمند ہیں۔ ایسے لوگ دنیا میں عزت کے ساتھ رہے آخرت کی سعادت کے ساتھ گئے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو رسوا کیا اس نے کسی صاحب عقل کے لیے کوئی خوشی کی چیز نہیں رکھی۔ ایک بزرگ نے اپنے دوست کو خط لکھا کہ اے میرے بھائی اس دنیا میں جانے سے پہلے جہاں تم موت کی تمنا کروگے اس دنیا میں موت کے انجام سے ڈرو اور بچاؤ کی تدبیر کرو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہر رات علماء کو جمع کرکے موت و قیامت کا مذاکرہ کرتے اور اس طرح روتے کہ جیسے ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہو، ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے میری زندگی کو مکدر کردیا ہے، موت

اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کا خوف، حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جس نے موت کے انجام وعواقب کو سمجھ لیا دنیا کا غم اور مصیبتیں اس پر آسان ہوگئیں، مطرفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد بصرہ کے بیچ کوئی کہہ رہے موت کی یاد نے اللہ سے ڈرنے والوں کے دل پارہ پارہ کردیے، تم ان کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ وہ جذب ومستی کے عالم میں ہیں۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہؓ سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرو، تمہارا دل نرم پڑ جائے گا۔ اس عورت نے تعمیل کی تو اس کا دل نرم پڑ گیا اور وہ شکریہ ادا کرنے آئی۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں کسی صاحب عقل سے ملا تو اس کو موت سے ڈرا ہوا اور غمگین پایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھے نصیحت کرو تو انہوں نے فرمایا عمرؒ! حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک تمہارے باپ دادا میں کوئی ایسا نہیں جس نے موت کا مزہ نہ چکھا ہو اب تمہاری باری ہے، عمرؒ پر خوف وخشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ رونے لگے۔

مظفر شاہ حلیم گجراتی کے متعلق مورخین کی روایت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی اس میں بیٹھے اور پھر اس کو سونے چاندی سے بھرا اور نکال کر خیرات کردیا اور دعا کی کہ اے اللہ یہ آخرت کی پہلی منزل ہے تو اسے آسان فرما' شیخ ابن مطرفؒ فرمایا کرتے تھے کہ موت نے خوش حالوں کی زندگی کو منغص اور بے مزہ کردیا ہے' اے بھائیو! تم ایسا عیش تلاش کرو جس میں موت نہ ہو' کوئی خوف وخطر نہ ہو' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا کہ موت کو یاد کرو اگر تم خوش حال ہوگے تو وہ اس کو تم پر تنگ کردے گی تنگ حال ہوگے تو وہ اس کو تم پر وسیع کردے گی' ابوسلیمان درانی کہتے ہیں کہ میں نے ہارون کی ماں سے پوچھا کہ تم موت کو پسند کرتی ہو تو بولیں کہ جب میں کسی انسان کی بات نہیں مانتی تو اس سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی تو موت کو کیسے پسند کروں' جب کہ اس کے لئے کوئی تیاری نہیں ہے' ابوسلمیٰ تمیمی فرماتے ہیں کہ فرزدق کی بیوی کے جنازے میں علماء ومعززین بصرہ شریک تھے حضرت حسنؓ بھی موجود تھے انہوں نے ابوفراس سے پوچھا کہ اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال سے اشھد ان لا الہ الا اللہ کی تیاری کی ہے۔

تدفین کے بعد فرزدق نے اپنی بیوی کی قبر پر کھڑے ہوکر اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اے اللہ! اگر آپ کی رحمتِ بے پایاں نے میرے گناہوں کو عفو ودرگزر نہ کیا تو قبر کی بھیانک گرمی اور تنگی میں مبتلا ہوجاؤں گا۔ میرے لئے وہ وقت بہت کٹھن ہوگا جب اپنی ڈیوٹی کے پابند فرشتے مجھے باندھ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے' وہ شخص بہت ہی ناکام ونامراد ہے جس کی گردن میں پھندا ڈال کر گھسیٹا جائے گا' اے لوگو! قبروں پر کھڑے ہوکر ان کی ویرانی سے پوچھو کہ تم پر کیا بیت رہی ہے' کون کرب واذیت میں مبتلا ہے اور کس کو اس کی گھبراہٹ سے نجات ملی' امن وراحت نصیب ہوا اگر اس شہر خموشاں کے لوگ تم سے ملتے تو تمہیں اس عالم بے کسی کا پتہ دیتے' یہاں کی خطرناک منزلوں کی

ہولناک خبر سناتے اور کامیاب و بامراد لوگوں کے عیش و راحت کی خبر سناتے مگر

ع آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد خدا کا مطیع و فرمانبردار بندہ باغ و بہار میں جا پہونچا اور خدا کا نافرمان بندہ ایسی بے چینی و بیقراری میں مبتلا ہے کہ لحہ بھر کی راحت نہیں وہ اس ہیبت ناک گڑھے کے سانپوں' بچھوؤں کا شکار ہے' سانپ اور بچھو اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ روح ان کے شدید ڈنکوں کے عذاب میں مبتلا آنکھ' ناک' ہاتھ' زبان ان میں سے ہر ایک سے ہونے والے گناہوں کے عذاب کی الگ الگ قسمیں ہیں' وہاں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا۔ ''اے غافل! تم کس کے لئے جمع کر رہے ہو جب کہ تم کو مرنا اور تہہ خاک ہونا ہے''

ابن سماک فرماتے ہیں کہ میں ایک قبر کے پاس سے گزرا جس پر لکھا ہوا تھا کہ میرے اعزہ میری قبر کے پاس سے اس بے التفاتی سے گزر جاتے ہیں کہ جیسے مجھے جانتے ہی نہیں' ہائے ورثہ میرے مال کو بانٹ رہے ہیں' میرے قرضوں کی کوئی فکر نہیں کرتا' سب نے اپنے اپنے حصے لے لئے' ہائے اللہ یہ لوگ جلدی مجھے بھول گئے۔

ایک قبر پر لکھا ہوا تھا کہ اے لوگو! میں امیدوں اور تمناؤں میں الجھا رہا' موت نے سب کا خاتمہ کر دیا اور تنگ و تاریک کوٹھری میں پہونچا دیا اور اپنے کرتوت پر مصائب و آلام سے دوچار ہوں' میری وصیت ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے وہ اعمال صالحہ کو قبر کا ساتھی بنائے' اللہ سے ڈرے اور اپنا حساب کتاب درست رکھے۔ اے خاموش قبروں کو دیکھنے والے میں اکیلا ہی یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ ہر زندہ شخص اس عالم حسرت و یاس میں آنے والا ہے' یہاں کی بے کسی سے سبھی کو دوچار ہونا ہے' کسی نے میری تنہائی میں ساتھ نہ دیا۔

دفن کر کے عزیز سب پلٹے بے کسی تربت پہ بل کھانے لگی

یہ یاد رہے کہ زندگی کے وہ تمام اسباب و وسائل جو شریعت کے حکم کے مطابق اپنائے اور حاصل کئے جائیں اور شریعت ہی کے حکم کے مطابق برتے اور خرچ کئے جائیں تو دین و عبادت ہیں اور خلاف ہوں تو دنیاداری اور عذاب ہیں جس کو مولانا سید سلیمان ندویؒ نے خطبات مدراس کے آخری خطبہ میں زبان نبوت کی ترجمانی کرتے ہوئے ان الفاظ میں ادا کیا ہے ''اس نے (پیغام محمدی) بتایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اسی دنیا کے کاموں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہے' یعنی خدا کے اصول کے مطابق دنیاداری بھی دین داری ہے''

موت کی یاد اور قبر کی تنہائی کا تصور جس کا برابر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے ان اصولوں کو اپنانے کی قوت و طاقت پیدا کرتا ہے۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں۔

editor_alhaq@yahoo.com

افکار و تاثرات ______ قارئین بنام مدیر

جناب عنایت اللہ گوہاٹی

اساتذہ پر ایم ایم حکومت کے مظالم: گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج صوابی میں اساتذہ کرام کا اجتماع تھا۔(سابق) صوبائی وزیر تعلیم مہمان خصوصی تھے۔سیکرٹری آف ایجوکیشن اور ڈائریکٹر آف ایجوکیشن صوبہ سرحد خصوصی طور اس تقریب میں مدعو تھے۔تقریب میں تعلیم کے دیگر افسران کیساتھ ایم ایم اے کے دور حکومت میں بھرتی ہونے والے اساتذہ کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی۔تقریب سے سیکرٹری آف ایجوکیشن اور ڈائرکٹر آف ایجوکیشن کے علاوہ سابق وزیر تعلیم مولانا فضل علی نے خطاب کیا۔اساتذہ نے فضل علی سے مختلف سوالات کیئے۔یہ سوالات کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پرزوں پر لکھے گئے تھے۔ایک ٹیچر نے سوال کیا تھا کہ جناب عالی! ہمیں بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت صوبہ سرحد نے سے ایک حکم نامہ جاری کیا ہے جسکے مطابق ائندہ تمام بھرتی پنشن اور گریجوٹی کے بغیر ہوگی اور جو مستقل اساتذہ پروموشن پر جائینگے وہ بھی پنشن اور گریجوٹی سے محروم ہو جائینگے۔جونہی وزیر تعلیم نے یہ چٹ پڑھی تو وہ غصے سے لال سرخ ہوگئے (یادرہے کہ وزیر موصوف تکبر اور غرور کی انتہاء کو وزرات کے بعد چھونے لگے تھے) جذباتی انداز میں بولنے لگا۔یہ چٹ کس نے بھیجی ہے۔وہ کھڑے ہوں، تا کہ ہم دیکھیں کہ ہم پر جھوٹ کون بول رہا ہے۔لیکن مجمعے میں کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔اس فنکشن کے کم وبیش ایک سال بعد ضلع صوابی کے ہائی سکولوں کے کل 17 سی ٹی آسامیوں کیلئے بھرتی تھی۔جس کیلئے حسب سابق پی ٹی سی اہل مستقل ٹیچرز نے بھی اپنی پروموشن کیلئے درخواستیں دے دیں۔ٹسٹ اور انٹرویو کے بعد یہ مستقل اساتذہ اسوقت ششدر رہ گئے، جب ای ڈی او صوابی نے ان سے آپشنز لیں کہ اگر آپ سی ٹی پوسٹوں پر جانا چاہیں گے تو آپ پنشن اور گریجوٹی کے حق سے محروم ہونگے۔یوں چودہ پندرہ سالوں سے پروموشن کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہزاروں پرائمری اساتذہ پر آگے جانے کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند کر دیے گئے۔ای ڈی او صوابی کے جانب سے 29 ستمبر 2007 کو سی ٹی اساتذہ کی بھرتی کے حوالے سے جو آرڈر جاری ہوا ہے اس میں لکھا ہے،

The EDO Swabi is Pleased to order the oppointment of the following CT teachers in BPS 9 ....and will be governed under civil servant act 1973, amended NWFP act 2005 expect pension / Gratuity In the intrest of public service.

اس آرڈر کے بعد پتہ چلا کہ وزیر تعلیم سے سوال کرنے والا ٹیچر جھوٹ نہیں بول رہا تھا بلکہ اسے اس آرڈر کا علم تھا جبکہ وزیر تعلیم خود جھوٹ بول رہے تھے اور وہ جان بوجھ کر حقائق سامنے لانا نہیں چاہتے تھے۔

ایم ایم اے حکومت سے پہلے ایس ای ٹی BPS16 پوسٹوں پر مستقل بنیادو پر 75% پیج وائز اور 25% اوپن میرٹ کی بنیاد پر بھرتی ہوا کرتی تھی۔لیکن انکے پانچ سالہ طویل دور حکومت میں اساتذہ پر پروموشن کے دروازے

بند کرنے کے بعد غالبا ایک دفعہ بھی ڈیپارٹمنٹ مستقل بنیادوں پر بھرتی نہیں ہوئی۔اس کی جگہ "نئی بدعت" نکالی گئی اور ایس ای ٹی جیسے اہم پوسٹوں پر چھ چھ مہینوں کیلئے عارضی بھرتی کی گئی۔یوں پندرہ پندرہ سالوں سے ایس ای ٹی پوسٹوں پر ترقی کے خواہشمند مستقل اساتذہ کے مستقبل کو ہمیشہ کیلئے تاریک بنادیا گیا۔اسی طرح سبجیکٹ سپیشلسٹ اور لیکچرار کو بھی کنٹریکٹ پر چھ چھ مہینوں کیلئے رکھنے کی پالیسی اپنائی گئی۔جس سے اہل امیدواروں کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں۔پھر یہ لوگ دعوی کرتے تھے کہ اُنھوں نے ہزاروں اساتذہ بھرتی کیے،حالانکہ ان کی اکثریت محض چھ مہینوں کیلیے بھرتی کیے گئے تھے،جن کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔جہاں تک ٹیچنگ الاؤنس کا تعلق ہے۔تو وفاقی حکومت کی بجٹ میں واضح اعلان کے باوجود ایم ایم اے حکومت نے صوبہ سرحد کے اساتذہ کو اس الاؤنس سے محروم رکھا۔اساتذہ کے بار بار مطالبے پر انھیں وزیر اعلی اور وزراء کی جانب سے یقین دہانیاں کرائی جاتی تھیں،لیکن غریب اساتذہ کو جھوٹے وعدوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔ایم ایم اے کے دور حکومت میں کوئی واضح ٹھوس ٹرانسفر پالیسی نہیں تھی۔اپنے منظور نظر افراد کیلئے ایک مہینے میں چار چار ٹرانسفر کرائے گئے۔لیکن "لاوارث" اساتذہ پانچ سال گزرنے کے باوجود بھی دور دراز پوسٹوں پر تعینات رہیں۔چاہیئے تو یہ تھا کہ ایم ایم اے حکومت عوام کے خواہشات کے عین مطابق شفاف ٹرانسفر اور اپوائنٹمنٹ پالیسیاں اپناتی،لیکن اس دور میں بھی میرٹ کو یکسر نظر انداز کیا گیا اور غریب بدستور دھکے کھاتے رہیں۔اساتذہ اور بالخصوص پرائمری اساتذہ نے اپنے سروس سٹرکچر کے حوالے سے آواز اٹھایا تھا لیکن عرصہ پانچ سال گزارنے کے باوجود انہیں دیگر مسئلوں کی طرح محض جھوٹے وعدوں پر ٹرخایا گیا۔اخبارت میں بیانات دئے جاتے ہیں کہ بہت جلد اساتذہ کے مطالبات حل کئے جائینگے۔لیکن پانچ سال گزرنے کے باوجود اساتذہ کی کوئی شنوائی نہیں کی گئی۔کبھی کہا جاتا کہ اس حوالے سے کابینہ ائندہ اجلاس میں فیصلہ کریگی۔کبھی بیان دیا جاتا کہ سمری وزیر اعلی کے سامنے ہے۔کبھی کہا جاتا کہ سمری چیف سیکرٹری کو بھیجی گئی ہے۔لیکن یہ سمری اساتذہ کیلئے ایک مذاق بن کے رہ گئی اور پانچ سال گزرنے کے باوجود اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔جاتے جاتے وزیر اعلیٰ نے ایک پُرانے نوٹیفیکشن پر پھر دستخط کردیئے جو کہ اساتذہ برادری کیلئے دردسر بنا رہا۔اس نوٹیفیکشن میں پی ٹی سی اساتذہ کو ایف اے،ایف ایس سی سیکنڈ ڈویژن پر سکیل 9 دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ سہولت 1993 ہی سے اساتذہ کو حاصل ہے۔البتہ انکے دور میں پی ٹی سی اساتذہ کو بغیر پنشن اور گریجوٹی کے سکیل سات میں بھرتی کیا گیا۔انکو کچھ فائدہ ہوگا۔سکیل 9 میں دس سال سروس کرنے والوں کو 12 دیا گیا ہے۔سی ٹی اور ڈی ایم وغیرہ پہلے سکیل 14 میں تھے۔انکے سکیلوں کو 15 کردیا گیا ہے۔جبکہ ایس ای ٹی سکیل 16 کو دس سال سروس کرنے پر سکیل 17 دیا گیا ہے۔یہ ایک متنازعہ نوٹیفیکشن ہے جس پر اساتذہ برادری احتجاج کررہی ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایم ایم اے حکومت وزیر اعلی پنجاب کی طرح اساتذہ کیلئے ایک زبردست پیکج کا اعلان کرتی، لیکن ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ اساتذہ برادری ایم ایم اے حکومت سے سخت مایوس ہے اور آج بھی کالج اساتذہ اپنے مطالبات کے حق میں کلاسوں کا بائیکاٹ کرکے ہڑتال پر ہیں کیونکہ وزیر اعظم کے واضح اعلان کے باوجود ان کا ایک سکیل اپ گریڈ نہیں کیا گیا۔جو کہ ایم ایم اے حکومت کے ماتھے پر بدنُما داغ ہے۔نگران وزیر اعلیٰ شمس الملک کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ان سطور میں ذکر کیے گئے اساتذہ برادری کے جملہ مسائل حل کریں تاکہ صوبہ بھر کے اساتذہ پوری دلجمعی کیساتھ بچوں کی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دے سکیں۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب:

الحمدللہ ۳۱/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس سے قبل دو ہفتے تک دارالعلوم کے تمام درجات میں ریکارڈ داخلہ ہوا اور باوجود سخت امتحان اور قواعد وضوابط کے صرف شعبہ درس نظامی میں ڈھائی ہزار سے زائد طلباء کا اس سال الحمدللہ داخلہ مکمل ہوا۔جن میں دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد تقریباً ایک ہزار سے زائد ہے۔افتتاح کے موقع پر دارالعلوم کے تمام اساتذہ' مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دارالحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔حسب سابق پہلے اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم' علماء طلباء کی ذمہ داریاں' پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔اور دارالعلوم کے قواعد وضوابط پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی۔آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے بڑی جامع اختتامی دعا فرمائی۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا سفر حرمین:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ حرمین شریفین حسب سابق تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں قیام کے دوران مختلف اکابرین امت' علماء اور اعلیٰ سعودی حکومتی شخصیات سے بھی ملاقاتیں کیں۔جن میں سرفہرست حماس کے عظیم قائد اور مسلمانوں اور عربوں کے مقبول رہنما خالد مشعل شامل ہیں۔خالد مشعل نے فلسطین کے مسئلہ پر اور خصوصاً حماس اور الفتح کے درمیان جاری جنگ کے متعلق اصل حقائق سے مولانا مدظلہ کو آگاہ کیا۔یاد رہے کہ جناب خالد مشعل نے ۱۹۹۴ء میں دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی دورہ بھی کیا تھا۔ملاقات میں مدیر الحق راشد الحق بھی موجود تھے جو اس سفر حرمین الشریفین میں آپ کے ساتھ تھے۔اس کے علاوہ امام حرم جناب شیخ صالح بن حمید' شیخ عبدالرحمان السدیس' سابق امام حرم شیخ امام سبیّل مدظلہ وغیرہ سے بھی تفصیلی اور اہم ملاقاتیں ہوئیں۔اس کے علاوہ عید الفطر اور جمعۃ المبارک کے دن سابق وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف اور ان کی جماعت کے

سرکردہ رہنماؤں کی طرف سے مدینہ منورہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے اعزاز میں ایک پر تکلف ظہرانے کا انتظام کیا گیا۔ جس میں ان کی پارٹی کے مرکزی سطح کے لیڈر جناب مخدوم جاوید ہاشمی صاحب' جناب اسحاق ڈار صاحب' جناب احسن اقبال صاحب و دیگر بھی موجود تھے۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے ملکی سیاسی صورتحال پر تفصیل سے تبادلہ خیال بھی کیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو سعودی حکومت نے مکمل شاہی پروٹوکول (المراسم الملکیۃ) اور ضیافت دی۔ آپ کا قیام حرم شریف کے قصر الصفا میں رہا۔ دار العلوم سے شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ' شیخ الحدیث حضرت مغفور اللہ صاحب مدظلہ' مولانا حامد الحق حقانی صاحب' مولانا سید یوسف شاہ صاحب' ناظم کتب خانہ مولانا احسان الکریم صاحب بھی اس سال رمضان میں تشریف لے گئے تھے۔

<u>حضرت مولانا مدظلہ کی صاحبزادی کی رخصتی:</u> ۲۶ راکتوبر بروز جمعۃ المبارک حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی صاحبزادی کا نکاح و رخصتی دار العلوم حقانیہ سے ہوئی۔ تقریب نکاح ایوان شریعت کی پہلی منزل پر واقع نئے خوبصورت کتب خانہ کے لئے تعمیر کئے گئے نئے ہال میں ہوئی۔ تقریب انتہائی مختصر اور سادہ طریقہ سے سرانجام ہوئی۔ نکاح کا خطبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب مدظلہ کراچی نے پڑھایا۔ اور نکاح بقیۃ السلف فاضل دار العلوم دیوبند حضرت مولانا عبد الحنان صاحب مدظلہ نے ادا کیا جو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے سگے ماموں ہیں۔ مولانا مدظلہ کی صاحبزادی کا نکاح مولانا مدظلہ کے بھانجے اور کرنل ڈاکٹر سید داؤد شاہ گیلانی کے صاحبزادے انجینئر سید سلیمان داؤد گیلانی سے ہوا۔ تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی ضیافت کے لئے عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔

<u>این بی سی نیوز کی ٹیم کا مولانا مدظلہ سے تفصیلی انٹرویو:</u> گزشتہ دنوں کیرل گریسنتی اپنی ٹیم کے ہمراہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے موجودہ حالات پر انٹرویو کرنے کے لئے دار العلوم تشریف لائیں۔ بعد میں رچرڈ اینجل این بی سی نیوز کے مڈل ایسٹ کے نمائندہ نے بھی مولانا مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔ اس موقع پر دی نیوز اخبار کے ترجمان مشتاق یوسفزئی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

<u>ترکی ٹیلیویژن اور فرانسیسی اخبار کے نمائندوں کی دار العلوم آمد:</u> ۳۱ راکتوبر بروز بدھ کو ترکی کی عائشہ گل ایکنسی (Aysegul Ekinci) نمائندہ کینال ڈی نیوز یو کے اور ترکی کے مشہور روزنامہ "حریت" (Hurriyet) لندن کے نمائندے فاروق جیسی اور فرانسیسی صحافی گیولیم سویون پیٹیٹ (Guillaume Suon PETIT) دار العلوم حقانیہ تشریف لائے۔ مولانا مدظلہ سے ان کی رہائش گاہ پر تفصیلی انٹرویو لیا گیا جس میں عالم اسلام کو درپیش چیلنجوں اور خاص کر دینی مدارس کو درپیش موجودہ حالات پر روشنی ڈالی گئی۔ بعد میں انہوں نے مولانا عرفان الحق کی معیت میں دار العلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ اور دار العلوم کے افتتاحی تقریب کی کوریج بھی کی۔

<u>جاپانی ٹیلی ویژن کے بیورو چیف کی آمد:</u> ۲۴ ررمضان المبارک فیوجی نیوز نیٹ ورک جاپان کے

بیورو چیف کازویا سائتو (Kazuya Saito) اپنی ایک ٹیم کے ہمراہ دارالعلوم حقانیہ آئے۔ حضرت مہتمم صاحب کے سفر عمرہ پر جانے کے باعث دارالعلوم حقانیہ کے مدرس مولانا عرفان الحق حقانی نے انہیں دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کروایا۔ بعد میں مدارس کو درپیش موجودہ صورتحال سے متعلق تفصیلی انٹرویو بھی دیا۔

جناب علامہ ابوبکر مجددی کی دارالعلوم آمد: مشہور پیر طریقت اور برصغیر پاک وہند کے عظیم صوفی حضرت علامہ ابراہیم جان مجددیؒ کے پوتے اور حضرت العلامہ اسماعیل جان مجددیؒ کے فرزند ابوبکر مجددی نے عید کے تیسرے روز مولانا مدظلہ سے اپنے ساتھیوں سمیت تفصیلی ملاقات کی۔ اور مختلف عالمی موضوعات پر آپ سے سیر حاصل تبادلہ خیال کیا۔ یاد رہے کہ روسی انقلاب کے وقت اس مشہور خاندان کا یہ اکلوتا فرزند جو اس وقت صرف تین ماہ کا تھا اور اسے ایک خادمہ نے حملہ کے وقت تنور میں محفوظ کر کے ظالم روسیوں کے دسترس سے بچالیا تھا۔ باقی تمام خاندان کے افراد کو روسی درندوں نے شہید کر دیا۔ آپ اس وقت کیلیفورنیا میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ایک بڑی خانقاہ سے دعوت ارشاد کا کام بھی کر رہے ہیں۔

دارالعلوم کے مخلصین کو صدمات:

دارالعلوم کے قدیم فاضل اور دارالعلوم کے خصوصی معاون جناب حضرت مولانا حکیم محمد عمر مدظلہ کی زوجہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ دارالعلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ میں شرکت کی بعد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بھی تعزیت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔

اکوڑہ خٹک کی معروف علمی شخصیت جناب سراج الاسلام سراج صاحب کی زوجہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔ آپ ایک عابدہ، زاہدہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ قارئین سے ان کی رفع درجات کی دعاؤں کی اپیل ہے، نیز جناب سراج صاحب بھی کافی عرصے سے صاحب فراش ہیں ان کی صحت یابی کے لئے بھی خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کے سابق مدرس اور اکوڑہ خٹک کے حضرت مولانا قاضی انوارالدین صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کی ایک عزیزہ کا بھی گزشتہ دنوں انتقال ہوا اسی طرح حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ کے آبائی محلہ کے ایک فعال اور معروف سماجی شخصیت اور دارالعلوم کے مخلص جناب محمد اسلم عرف بابو صاحب کا بھی عید کے دوسرے روز انتقال ہوا۔ مرحوم مختلف صفات کے حامل شخصیت تھے۔ اور خانوادۂ حقانی کے قریبی مخلصین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک ہی کے انسپکٹر جناب جاوید صاحب کا بھی گزشتہ دنوں ایک ظالم نے سفاکانہ قتل کیا۔ جناب جاوید صاحب دارالعلوم حقانیہ کے مخلصین میں سے تھے اور ابھی سفر عمرہ میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی تھے، ان تمام مرحومین کے ایصال ثواب اور رفع درجات کے لئے قارئین سے دعاؤں کی اپیل ہے۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: الشرح الثمیری علی المختصر للقدوری　　شارح: حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی

ضخامت: چار ضخیم جلدیں ۔ قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

امام ابوالحسن احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری المتوفی ۴۲۸ھ کا شمار فقہاء احناف کے مشاہیر ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی مشہور تصنیف المختصر للقدوری کو اللہ تعالیٰ نے شہرت دوام سے نوازا ہے' اور احناف کے تقریباً تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کی اتنی اہمیت ہوئی کہ تقریباً تیس شرحیں اردو اور عربی میں لکھی گئیں خاص بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شرح کے لئے اس کتاب کے متن کو منتخب کیا۔ اور اس کو بنیاد بنا کر پوری کتاب کی عظیم الشان شرح کی۔ جس کو پوری دنیا میں مقبولیت حاصل ہے یوں دیکھا جائے تو قدوری سے لے کر ہدایہ اخیرین تک طالب علم قدوری ہی کے متن کو دہراتا ہے۔ یہ قدوری کی مقبولیت اور اس کا کمال ہے اتنی جامع اور اتنی سہل کتاب کم نظر آتی ہے اس کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر مسئلے آیت حدیث قول صحابی یا فتویٰ تابعی سے مستنبط ہیں بہت کم مسائل ہیں جو قیاس کر کے لکھے گئے ہیں اور وہ بھی اصول کے تحت متخرج ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب برصغیر کی نامور علمی شخصیت حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی کی اس عظیم المرتبت کتاب پر مبسوط اور مفصل شرح ہے جس کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ظفر الدین صاحب رقمطراز ہیں۔ فقہ حنفی کتاب اللہ احادیث نبویؐ اور اقوال صحابہؓ سے مستنبط ہے کوئی بنیادی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ثبوت کتاب وسنت اور اقوال صحابہ میں نہ ملتا ہو' لیکن وہ لوگ جو تقلید کے مخالف ہیں یا جن کا مطالعہ محدود ہے ان کو اعتراض ہے کہ فقہ حنفی کے پیچھے کتاب وسنت سے دلائل نہیں ہیں حالانکہ بہت ساری کتابیں فقہ حنفی کی کتاب وسنت کے حوالوں سے چھپ کو شائع ہو چکی ہیں۔ پھر بھی ضرورت تھی کہ حنفی فقہ کی وہ کتابیں جو درسیات میں داخل ہیں اور دلائل سے خالی ہیں ان کی شرحیں اسی طرح لکھی جائیں کہ ہر مسئلے کے ساتھ کتاب وسنت سے اس کے دلائل بھی نقل ہوں۔

یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی کہ مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی ایسی شرح لکھ رہے ہیں جس میں انہوں نے ہر بنیادی مسئلے کو کتاب وسنت کے دلائل سے مزین کیا ہے۔ خواہ کتاب اللہ کی آیتوں کا حوالہ ہو یا حدیث نبوی کا یا اقوال صحابہ کا۔ مولانا موصوف نے اس شرح لکھنے میں کافی محنت کی ہے اور مسائل کو کتاب وسنت کے حوالے درج کرنے کی

سعی بلیغ کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ محنت اہل علم میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی اور عوام وخواص اس شرح سے مستفید ہوں گے اور مولانا کو دعائیں دیں گے۔

پاکستان میں مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور نے چار جلدوں میں یہ کتاب شائع کی ہے مضبوط جلد' دیدہ زیب' کمپیوٹر کتابت اور عمدہ کاغذ۔ بہرصورت یہ بہترین کتاب اور قومی دلائل سے مبرہن یہ علمی سوغات اہل علم کے لئے حرز جاں ہے۔

کتاب: جدید سائنسی وطبی مسائل۔ شریعت کی روشنی میں مولف: مولانا مفتی شوکت اللہ حقانی

ضخامت: ۲۳۲ صفحات قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: فاروقی کتب خانہ نزد دارالعلوم حقانیہ

ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' نوشہرہ۔

آج کل زمانہ جس رفتار سے ترقی کر رہا ہے' ایسی ترقی کا تصور بھی ڈیڑھ دو سو سال پہلے ناممکن تھا۔ انسان نے زندگی کے ہر میدان اور ہر محاذ پر ایسے محیر العقول کارنامے انجام دیئے کہ پرانے زمانے کا انسان اب دنیا میں واپس آجائے تو وہ تقریباً دیوانہ ہو جائیگا اور یہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کے کرشمے ہیں کہ ایسی ایسی ایجادات' انکشافات اور اکتشافات عالم ظہور آئیں کہ بقول اقبالؒ : محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اپنی کرشمہ سازیوں سے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے' جن میں سے اکثر کا تعلق دین اور شریعت کے مختلف شعبوں سے ہے اور اس لئے لازمی بات ہے کہ ان مسائل کے حل کی ضرورت بھی پڑ گئی۔ چنانچہ اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف ہوئیں۔ مفتیان کرام نے عرقریزی سے ان جدید مسائل کی طرف توجہ دی اور ماشاءاللہ آج کل عظیم الشان ذخیرہ کتب ان جدید فقہی مسائل پر معرض وجود میں آیا ہے۔ جس میں کسی خاص زبان کی قید نہیں۔

زیر نظر کتاب میں بھی ان جدید مسائل کے حل کی طرف توجہ دی گئی ہے جو کہ عامۃ الورود ہیں اور ان کے بارے میں اکثر وبیشتر مفتیان کرام سے استفادات کئے جاتے ہیں' جدید فقہی مسائل کا دامن تو بہت وسیع ہے' لیکن فاضل مؤلف کا تعلق چونکہ ایک خاص گروہ یعنی اہل طب سے ہے' اس لئے انہوں نے اپنے پیشے کے اعتبار سے ان کو جو مسائل درپیش تھے ان پر تحقیق کی۔...... مولانا مفتی ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب ہمارے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل ہیں اور عصری علوم سے ماشاءاللہ بہرہ ور ہیں۔ فراغت کے بعد مفتی کورس کیا اور انتہائی قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنی محنت سے افتاء میں کافی مہارت حاصل کی۔ حالانکہ ناقدین فن کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ کتنا مشکل ترین کام ہے' میں نے اس کتاب کا مطالعہ چیدہ چیدہ مقامات سے کیا۔ معتبر کتب سے آپ نے حوالہ جات اکٹھے کئے ہیں۔ انشاءاللہ یہ کتاب عوام وخواص اور علماء وطلبہ اور تمام اردو دان طبقہ کیلئے انتہائی مفید ثابت ہوگی اور ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت بنانے کے قابل ہے۔

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!
جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
نئی سافٹ
ٹیوب میں
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک
جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے
دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں
مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل
ہمدرد
FOCAL POINT

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ	۵۳۶
۲	دعوات حق (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبد القیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبد القیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبد القیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک